العمامه وآدابها فی ضوء الشریعة

عمامہ

کی شرعی حیثیت

عمامے کی تاریخ اور عمر، تاج اور عمامے کا فرق، عمامے کی احادیث اور سلف کے اقوال، عمامے کی مقدار، لمبائی، شملے کی تعداد اور سائز، فرشتوں کی پگڑیاں، رنگین عمامے، کفن کا عمامہ، نماز کا عمامہ، عیدین کا عمامہ، سفر کا عمامہ، مدرسے کا عمامہ وغیرہ سے متعلق احادیث اور فقہ کی روشنی میں کلام کیا گیا ہے۔

مؤلف

عزیر احمد مفتاحی قاسمی

استاذ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

نام کتاب : عمامہ کی شرعی حیثیت

مؤلف : عزیر احمد مفتاحی قاسمی

صفحات : ۱۵۲

تاریخ طباعت : محرم الحرام ۱۴۳۸ھ اکتوبر ۲۰۱۶ء

ناشر : جامعۃ القرآن، بنگلور، کرناٹک

موبائیل نمبر : 08553116065

ای میل : abdulkhadarpuzair@gmail.com

الفہرس

انتساب

کتابوں کوشخصیات اوراداروں کی طرف منسوب کرتے ہیں؛مگراکثر کتابوں میں یہ چیز نہیں ہے۔لیکن میری دلی آرزو یہ ہے، کہ میں اپنی اس مختصرسی کاوش کواپنے کرم فرما، مشفق ومہربان شخصیات کی طرف منسوب کردوں،جن سے میں نے کسی بھی طرح کا استفادہ کیا ہے مرشدی ومولائی حضرت اقدس مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب ادام اللہ ظلہ (خلیفۂ حضرت اقدس مفتی مظفرحسین صاحب رحمہ اللہ) ومفتی اشفاق حمید صاحب پرتاب گڈھی (عافاہ اللہ) اورحضرت اقدس مولانا اشتیاق احمد صاحب دامت فیوضہم (خلیفۂ شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمہ اللہ) کے نام،جنھیں دیکھتاہوں یاجب بھی ان کا خیال آتاہے،تو دل میں شوق انگڑائی لینے لگتاہے کہ مجھے بھی کچھ کرنا ہوگا۔

مشفق ومکرم والدین پاکتنی محمد یعقوب صاحب رحمہ الباری و پیرنسیم النسا ادام اللہ ظلالہما کے نام جنھوں نے ناناجان پیرمحمد زکریا صاحب قُدِّس اللہ سِرّہ کی ایماء مجھے اسکول سے نکال کر مدرسے کوبھیج دیا۔

ماموں جان پیرمحمد الیاس صاحب مدظلہ وپیرمحمد یوسف صاحب مدظلہ وپیرمحمد ادریس صاحب مرحوم جنھوں نے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ داری لی۔

اساتذۂ ''دارالعلوم سبیل الرشاد'' اوراس سے ملحقہ مکتب واسکول،اساتذۂ ''دارالعلوم سواءالسبیل، کیالنور''،اساتذۂ ''مفتاح العلوم،میل وشارم''،جن کی آغوش میں زندگی کے کچھ پل بتانانصیب ہوا۔''الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور'' کے اساتذہ وطلبا اوراس کی عظیم لائبریری کے نام۔

مادرعلمی ''دارالعلوم دیوبند'' اوراس سے نسبت رکھنے والوں کے نام،جنھوں نے برِصغیر میں اسلام کی پاسبانی کی اورکررہے ہیں۔

عرضِ مؤلف

تمہید

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ، أما بعد:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمامہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العمائم تيجان العرب.(۱) عمامہ عربوں کا تاج ہے،اس حدیث کی شرح میں علامہ مناوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے :فيها عز،وجمال ،وهيبة،ووقار،كتيجان الملوك يتميزون بها عن غيرهم (۲) عمامہ پہننے میں عزت،خوبصورتی،رعب اور وقار ہے،اور عمامہ تاج کی طرح ہے،اس سے دیگر لوگوں سے امتیاز ہوتا ہے۔

مسند دیلمی میں ہے :العمائم وقار المومن ، وعز العرب ؛ فاذا وضعت العرب عمائمها فقدخلعت عزها،(۳) وكذا للبيهقي بلفظ الترجمة بزيادة: واعتموا تزدادو احلما.(۴)

عمامہ مومن کی شان ہے اور عرب کی عزت ہے۔عربوں کا عمامہ اتار دینے کا مطلب اپنے کو شرافت اور عزت سے خالی کر لینا ہوتا ہے،(اہل عرب جب تک عمامہ

---

(۱) (سخاوی نے اس کو صحیح کہا ہے المقاصد الحسنہ ،ص:۲۹۸)

(۲) فیض القدیر،حرف العین،۱۴/۵،۷

(۳) فیض القدیر،حرف العین،۱۵/۵،۷

(۴) المقاصد الحسنة ۲۹۸

پہنتے رہیں گے باعزت وسر بلند رہیں گے، جب عمامہ پہننا چھوڑ دیں گے تو عزت چلی جائے گی)اورایک روایت میں ہے کہ: عمامہ باندھا کروتمہارا حلم بڑھ جائے گا۔

آپ ﷺ نے 'عمامہ' کوعربوں کے تاج سے تشبیہ اس لئے دی ہے کہ عجمی بادشاہ اورامراء اپنے سروں پر تاج رکھتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یہ صاحبِ تاج! منصب، عزت اورعہدوں کے مالک ہیں، اورعوام کی نظروں میں ان کا رتبہ بلند و برتر ہے۔عرب جوعجم سے کسی اعتبار سے کم نہیں ہیں، انہوں نے عمامے کو اپنے لئے باعث عزت سمجھا۔

عمامہ ایک اہم سنت ہے، اس کے دینی اور دنیوی فوائد بے شمار ہیں، جس نے عمامہ کی حقیقت کوسمجھ لیا اس نے پوری زندگی اس پر مداومت کی ہے، بہت سارے علما عمامہ باندھتے ہیں اوربعض تو ایسے ہیں؛ جن کے چہرہ کا تصور بھی بلا عمامہ ناممکن ہے

۔

اس رسالے میں عمامہ سے متعلق احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے ؛مگر احصاء مقصود نہیں ہے کئی ساری روایات جواختلافی تھی مثلا: عمامہ پر مسح والی روایات ،قطری عمامے کی روایات جن میں مسح علی العمامہ کا ذکر ہے، وغیرہ روایات کوعمدا ترک کردیا گیا۔

عبدالقادر(عرف:عزیراحمد)
(استاذ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور)
یکم محرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۳/ اکتوبر/ ۲۰۱۶ء

abdulkhadarpuzair@gmail.com

8553116065

التقریظ

حضرت اقدس مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتھم

(شیخ الحدیث، بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور، کرناٹک
وخلیفہ حضرت اقدس شاہ مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ)

زیر نظر رسالہ ''عمامہ کی شرعی حیثیت'' اپنے نام ہی سے واضح المراد ہے اس میں سنت نبوی عمامہ کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے اسی حیثیت کے ضمن میں متعدد النوع عمامے سے متعلق مسائل پر بھی مدلل باحوالہ گفتگو کی گئی ہے، احقر نے متعدد مقامات سے رسالے پر نظر ڈالی جس سے اندازہ ہوا کہ اس کے مؤلف مولانا عزیز احمد صاحب سلمہ نے بڑی عرق ریزی اور محنت کے ساتھ دیدہ وارانہ اور مبصرانہ کام کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس رسالے کو مقبولیت افادیت سے نوازے۔ آمین

فقط

(حضرت اقدس مفتی) محمد شعیب اللہ خان (صاحب دامت برکاتھم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عمامہ پر لکھی جانے والی کتابیں

عمامے سے متعلق بہت سارے اہل علم نے قلم اٹھایا ہے، علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ''الدعامۃ'' میں چند نام ذکر کیے ہیں۔

امام الحافظ ابوعبداللہ محمد بن وضاح الاندلسی المالکی رحمۃ اللہ کتاب فضل لباس العمائم

شیخ ابوالفضل محمد بن احمد المعروف بالامام رحمۃ اللہ تحفۃ الامۃ باحکام الغمۃ (ذکرہ کشف الظنون)

شہاب الدین بن حجر الھیتمی المکی رحمۃ اللہ کتاب در الغمامۃ فی در الطیلسان والعذبۃ والعمامۃ

شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی الافندی رحمۃ اللہ (شارح الشفا) الشمامۃ فی صفۃ العمامۃ

محمد جعفر الکتانی الحسنی رحمۃ اللہ الدعامۃ لمعرفۃ احکام سنۃ العمامہ

عمامہ ٹوپی اور کرتا مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب

عمامہ کی لغوی تحقیق

عمامے کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے عمامے کی لغوی و اصطلاحی تحقیق سامنے آجائے تو آسانی رہے گی؛ چنانچہ مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ: والعمامۃ بالکسر. قال شیخنا: وضبطہ بعض شراح الشمائل بالفتح ایضا وھو

غلط . 'المغفر' 'والبيضة' يكنى بها عنهما ؛والاصل فيها ما يلف على الراس ، (ج) عمائم وعِمام بالكسر ؛الاخيرة عن اللحياني ،قال :والعرب تقول لما وضعوا عمامهم عرفناهم ،فاما أن يكون جمع عمامة جمع التكسير؛ واما أن يكون: من باب طلحة وطلح ،وقد اعتم بها وتعمم بعني ؛وكذلك استعم ؛واما قول الشاعر انشده ثعلب :

اذا كشف اليوم العماس عن استه
فلا يرتدى مثلي ولا يتعمم (۱)

علامہ زبیدی رحمۃ اللہ نے[مايلف على الراس] کہا ہے۔اس سے مراد:ہر وہ چیز ہے جو سر پر لپیٹی جاتی ہے،مثلا:ٹوپی،عمامہ،خود۔(جنگی ٹوپی)

علامہ جوہری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

العِمامة واحدة العمائم ،وعممته:البسته العمامة.(۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں :العمامه بالكسر معروف .ووهم العصام حيث قال: بالفتح كالغمامة(۳) (عمامہ عین کے کسرہ کے ساتھ مشہور ہے اور عصام نے عین کے فتحہ کے ساتھ کہدیا ہے، یہ ان کا وھم ہے) جیسا کہ

(۱) تاج العروس ،مادہ عمم ۱۷/۵۰۲

(۲) الصحاح فارابی ۱۱۹۰/۴

(۳) جمع الوسائل ،باب ماجاء فی عمامة رسول الله ﷺ

اوپر گذرا تاج العروس میں بھی عمامہ عین کے فتحے کے ساتھ استعمال کرنے کو غلط بتایا ہے۔

اردو میں عمامہ کے لئے ، پگڑی ،دستار،دوپٹہ، کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔

فیروز اللغات میں ہے:

پگڑی : پگ ڑی :سر پر باندھنے کا دوپٹہ،دستار،عمامہ

دستار: پگڑی،عمامہ

عمامہ: پگڑی،دستار،سرپیچ،(اردو میں بفتح اول مستعمل ہے)(۱)

عمامہ کی اصطلاحی تحقیق

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:' العمامة' قد تطلق على المغفرو البيضة،على مافي القاموس . قال ميرك رحمۃ اللہ :والمراد بها في ترجمة الباب: كل مايعقد على الراس، سواء كا ن تحت المغفر او فوقه او مايشد على القلنسوة أو غيرها وما يشد على راس المريض.(۲)

ترجمہ:'عمامہ' کا اطلاق جنگی ٹوپی اور بیضے پر ہوتا ہے اور میرک شاہؒ نے فرمایا: ترجمہ الباب میں عمامہ سے مراد: ہر وہ چیز ہے جو سر پر باندھا جاتا ہے،چاہے وہ خود کے نیچے ہو،یا اوپر،ٹوپی کے اوپر باندھا جانے والا یا بغیر ٹوپی کے؛حتی کے مریض کے سر پر باندھا جانے والا کپڑا بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔

---

(۱) فیروز اللغات(مادہ:پ،د،ع)

(۲) جمع الوسائل ،باب ماجاء في عمامة رسول الله ﷺ

'البیضۃ' : جنگی ٹوپی کو کہتے ہیں جو سر کی حفاظت کے لئے پہنتے ہیں، جس کو لوہے سے بنایا جاتا ہے؛ اس کی شکل شتر مرغ کے انڈے کی طرح ہوتی ہے، اس کو شاشیہ بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ ابوبکر کتانیؒ نے واضح کیا ہے: وعلی خصوص البیضۃ ایضا، وھی واحدۃ البیض من الحدید علی التشبیہ ببیضۃ النعام، ویقال لھا الشاشیۃ تجعل علی الراس یتقی بھا فی الحرب. (۱)

شیخ ابراھیم بیجوری رحمۃ اللہ نے عمامہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ والعمامۃ کل ما یلف علی الراس؛ لکن المراد منھا ھنا ماعدا المغفر؛ بقرینۃ تقدم ذکرہ. (۲) عمامہ ہر وہ چیز ہے جو سر پر باندھی جاتی ہے؛ لیکن اس باب سے خود خارج ہوگیا ہے اس لئے کہ خود کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

عمامہ کی وجہ تسمیہ

'عمامہ' کو عمامہ کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہِ تسمیہ میں علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے ایک بات لکھی ہے وہ فرماتے ہیں: سمیت عمامۃ لانھا تعم جمیع الراس بالتغطیۃ. واللہ اعلم(۳) عمامہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عمامہ پورے سر پر عام ہوتی ہے اور گھیر لیتی ہے اس لیے اس کو عمامہ کہتے ہیں۔

عمامہ کی تاریخ

"اول الناس اول ناس" کی طرح عمامہ کی نسبت بھی سب سے پہلے

---

(۱) الدعامۃ لمعرفۃ احکام سنۃ العمامۃ، ص: ۳

(۲) المواھب اللدنیہ، باب عمامۃ

(۳) الدعامۃ لمعرفۃ احکام سنۃ العمامہ، ص: ۴

حضرت آدم علیہ السلام سے کی گئی ہے۔

سب سے پہلے عمامہ باندھنے والے حضرت آدمؑ ہیں، جب آدمؑ کو جنت سے اتارا گیا تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے حضرت آدمع علیہ السلام کے سر کو عمامہ سے ڈھانپا، اس سے پہلے آدم علیہ السلام جنت میں تاج پہنتے تھے۔جیسا کی صاحبِ دعامہ نے محاضرۃ الاوائل کے حوالہ سے لکھا ہے:

وقد ذكر صاحب محاضرة الاوائل تبعا للسيوطي :اِن اول من كور رأسه بالعمامة :ابونا آدم علیہ السلام ،كوره جبريل على راسه لماخرج من الجنة الى الدنيا و كان متوجا في الجنة .

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے عمامہ کا ذکر حضرتِ ذوالقرنین علیہ السلام کے تذکرے میں ملتا ہے کہ: آپ نے عمامہ باندھا ہے،حضرت ذوالقرنین پہلے تاج پہنتے تھے، جب ان کے سر پر جانوروں کے کھروں کے مانند دو حرکت کرنے والے سینگھ نکل آئے تو آپ نے تاج پہننا ترک کر کے عمامہ باندھنا شروع کر دیا؛ تا کہ سینگھ اوراس کی حرکت چھپ جائے، پھر وہ ایک دن حمام گئے ان کے ساتھ ان کا گھریلو کاتب تھا،آپ نے عمامہ سر سے اتار کر کہا: میرے سر پر سینگھ کا معاملہ آج صرف تو نے دیکھا ہے تیرے علاوہ یہ بات کسی کو نہیں معلوم ؛ اگر کسی کو معلوم ہو جائے تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔

کاتب حمام سے نکلا اوراس کے سر پر موت کا خوف سوار تھا اور راز بھی سینے میں دفن نہیں کر پا رہا تھا سیدھے جنگل گیا،اور اپنا منہ زمین پر رکھ کر مٹی سے یہ راز کہہ دیا : کہ بادشاہ کو دو سینگھ نکل آئے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ: اللہ نے اس آواز سے دو لکڑیاں پیدا فرمادی، چرواہے نے ان لکڑیوں سے بانسری بنالیا، جب بھی بانسری بجاتا؛ اس

سے آواز ایسی نکلتی کہ سننے والے کو صاف طور پر یہ محسوس ہوتا کہ بادشاہ کے سر پر دو سینگھ ہیں، یہ بات دھیرے دھیرے پورے شہر میں پھیل گئی، ذوالقرنین نے کہا: یہ اللہ کی مرضی تھی کہ میرا راز فاش ہو جائے۔ بس (اس کے بعد ان کا نام تو لوگ بھول گئے مگر ذوالقرنین (دو سینگھ والے) کسی نے نہیں بھولا؛ حتی کہ قرآن نے بھی ان کا ذکر ذوالقرنین کے نام سے سے کیا ہے وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ (۱)

وان اول من لبسها يعنى بعد زمن سيدنا آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ ذو القرنين .وكانو ايلبسون التيجان قبله قال وسببه انه كان طلع فى راسه قرنا كالظلفين يتحركان فلبسها سترا ثم انه دخل الحمام يوما ومعه كاتب سره فوضع العمامة عن راسه فقال لكاتبه: هذاامرلم يطلع عليه احد غيرک فان سمعته من احد قتلتک ،فخرج الكاتب من الحمام فاخذه كهيئة الموت فأتى الصحراء فوضع فمه فى الارض ثم نادى ان للملک قرنين فانبت الله من كلمته قصبتين فمربهماراع فقطعهما واتخذهما مزمارا فكان اذازمرخرج من القصبتين صدى: ان للملک قرنين. فانتشرذلک فى المدينة فقال ذوالقرنين : هذا امر اراد الله ان يبديه. (اوائل السيوطى رَحِمَهُ اللهُ) (۲)

ابن علامۃ المغرب جعفر الکتانی رَحِمَهُ اللهُ نے ایک اور واقعہ لکھا ہے وہ فرماتے ہیں:

---

(۱) سورہ کہف، آیت:۸۳)

(۲) الدعامة ،ص:۴

عن مقاتل بن حیان النبطی رحمۃ اللہ قال: اوحی اللہ الی عیسی علیہ السلام :اسمع واطع !یابن الطاھر البکر البتول! انی خلقتک من غیر فحل فجعلتک اية للعالمین فایای فاعبد! وعلی فتوکل !فسر! لاھل سوران: انی انا اللہ الحی القیوم لازول.صدقوا النبی الامی صاحب الجمل ،والمدرعة، والعمامة، والنعلین، والھراوۃ. (۱)

ترجمہ:اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اہل سوران کے پاس جاکر میری وحدانیت کی تبلیغ کروتو اہل سوران نے حضرت نبی امی ،عمامہ والے ،جوتے والے، اونٹ والے ،زرہ والے حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔

اس روایت میں حضرت عیسی علیہ السلام کے عمامہ باندھنے کا ذکر آیا ہوا ہے۔

تاج اور عمامہ میں فرق

بنیادی فرق ان دونوں میں یہ ہے: کہ تاج خاص ہے جو بادشاہ اور صاحب منصب لوگوں کا لباس اور شعار ہوتا ہے اور عمامہ عام ہے جس کو ہر کوئی استعمال کرتا ہے،جیسا کہ ان کی تعریفوں سے واضح ہے۔

عمامہ کی تعریف: مایلف علی الراس من العمامة والمغفر والبیضة .

تاج کی تعریف :قال فی النھایة: وھو ما یصاغ الملوک من الذھب والجوھر وقد توجتہ اذا البستہ التاج.

اور ایک فرق یہ کہ عمامہ خالص عربوں کا لباس ہے،ھی لھم بمنزلة التیجان

(۱) الدعامة ،ص: ۴،۵

للملوک،وکانت العمائم اذذاک خاصۃ بالعرب. (۱)عربوں کے لئے عمامہ ایسا ہے؛ جیسے بادشاہوں کے لئے تاج۔اس زمانے میں عمامہ عربوں کے لئے خاص تھا۔

لم تکن العمائم الا للعرب دون غیرھم من بقیۃ الامم. وکانوا اذا سودوہ عمموہ بعمامۃ حمراء وکانت الفرس تتوج ملوکھا. (۲)

عربوں میں جس کسی کو سرداری دی جاتی تو اس کو سرخ رنگ کا عمامہ پہنایا جاتا تھا،جیسا کہ اہل فارس اپنے بادشاہوں کو تاج پہناتے تھے۔

عمامہ کے لئے حدیثی الفاظ

عمامہ کے لئے حدیث میں کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں ، العمامۃ ،العصابۃ،اعتم(افتعال)،عمم(تفعیل)وغیرہ

مثلا :[العمامہ] جیسا کہ اس حدیث میں ہے:ان الرکعتین مع العمامۃ افضل من سبعین رکعۃ بدونھا.

دوسرا لفظ :[عصابۃ] ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ:أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عصابۃ دسماء.

اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:’عصابۃ ‘وھی بمعنی العمامۃ علی ما فی المغرب والقاموس ماخوذۃ من العصب

---

(۱) فیض القدیر،حرف العین،۵/۱۴۷

(۲) الدعامۃ ،ص:۵

وھو الشد لما یشد به. (۱)

مغرب اور قاموس میں ہے کہ:[عصابہ عمامہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور عصابہ باندھنے کے معنی میں ہے۔ ہر وہ چیز جس کو باندھا جائے وہ عصابہ کہلاتی ہے اور پگڑی بھی باندھی جانے والی شئی ہے۔

تیسرا لفظ: عمامہ کے لئے اعتم (افتعال) استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے: عن ابن عمرؓ قال کان النبی ﷺ اذا اعتم سدل عمامته بین کتفیه.

چوتھا لفظ: جو عمامہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے باب [تفعیل] سے عمم تعمیم ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے جمع الوسائل میں عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے: وقد اخرج [ابو داؤد] و[المصنف] فی الجامع بسندھما عن شیخ من اھل المدینة قال: سمعت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ یقول: عممنی رسول الله ﷺ فسدلھا بین یدی و من خلفی،

پانچواں اور چھٹا لفظ: اور باب[تفعل]اور[استفعال] سے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ علامہ مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ نے تاج العروس میں لکھا ہے؛ جو اوپر عمامہ کی لغوی بحث میں گذر چکا ہے۔

عمامہ کے فضائل

عمامہ کے فضائل بہت ہیں حاشیہ ترمذی میں لکھا ہے کہ: ورد فی فضلھا اخبار کثیرة. عمامہ کی فضیلت پر کافی حدیثیں ہیں۔

---

(۱) جمع الوسائل ، باب ماجاء فی عمامة النبی ﷺ

چند فضائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسند دیلمی میں ہے کہ :عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: العمائم وقار المومن وعز العرب .

عمامہ مومن کا وقار اور عرب کی عزت ہے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ نے مقاصد حسنہ میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔(۱)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقاۃ میں بہت سارے فضائل نقل کئے ہیں، منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے۔

روی[ابن عساکر]عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعا: صلوہ تطوع او فریضۃ بعمامۃ، تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ ،وجمعۃ بعمامۃ، تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ.(۲)

ترجمہ: ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ: عمامہ کے ساتھ ایک فرض یا نفل ،بغیر عمامہ کے پچیس نمازوں کا درجہ رکھتا ہے،عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ،بغیر عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ :اِن للہ عزوجل ملئکۃوقوفا بباب المسجد، یستغفرون لاصحاب العمائم البیض.(۳)

ترجمہ:حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بیشک اللہ کے کچھ مخصوص فرشتے ہوتے ہیں، جو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر سفید عمامہ باندھنے والوں

---

(۱) المقاصد الحسنۃ ۲۹۸ ،حرف العین المھملۃ

(۲) مرقاہ ،کتاب اللباس،الفصل الثانی ،۸/۲۱۵

(۳) المقاصد الحسنۃ ۲۹۸ ،حرف العین المھملۃ

کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

ان الرکعتین مع العمامة، افضل من سبعین رکعة بدونها.(۱)

ترجمہ: عمامہ باندھ کر دو رکعت نماز پڑھنا، بغیر عمامے کے ستر رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ اِن الله وملئکته یصلون علی أصحاب العمائم یوم الجمعة .(۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن پگڑی باندھنے والوں کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ :العمامة حاجز بین المسلمین والمشرکین.(۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین اور مسلمانوں میں فرق کرنے والی چیز عمامہ ہے۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے مقاصد حسنہ میں ان روایت کے متعلق کہا ہے کہ :ومما لا یثبت کہ یہ ثابت نہیں ہے۔(۴)

حضرت مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمہ اللہ نے فتح الباری کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے مقاصد حسنہ میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔(۵)

---

(۱) المقاصد الحسنة ۲۹۸ ،حرف العین المهملة

(۲) مرقاه ،کتاب اللباس،الفصل الثانی ،۸/۲۱۵

(۳) المقاصد الحسنة ۲۹۸ ،حرف العین المهملة

(۴) المقاصد الحسنة ۲۹۸ ،حرف العین المهملة

(۵) المقاصد الحسنة ۲۹۸ ،حرف العین المهملة

اور علامہ عینی رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے: کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں سنت ہے۔

نیز علامہ عینی رحمۃ اللہ سے ایک اور حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عمامہ باندھا کرو یہ اسلام کی نشانی ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والی چیز ہے (۱)۔

صاحب ہدایہ کے شاگرد شیخ نعمان بن ابراھیم زرنوجی رحمۃ اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: ''قال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ لاصحابه عظموا عمائمکم ووسعوا اکمامکم ''وانما قال ذلک لئلا یستخف بالعلم واهله. حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ: عمامہ کو تھوڑا بڑا باندھا کرو اور آستین بھی بڑے رکھا کرو؛ تاکہ علم واہل علم کی ناقدرری نہ ہو سکے، اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: المقصود من هذا انه ینبغي للمتعلم ان یظهر بالمظهر الذی یکسبه الاجلال والاحترام تعظیما للعلم واکبارا لشانه. (۲)

عمامہ اور آستین کے بڑے رکھنے سے مقصود یہ ہے کہ طالب علم ان تجلیات وانوارات کا مظاہرہ کرے، جس کے حاصل کرنے میں وہ مصروف ہے نیز علم کی شان اور اس کی عظمت بھی ظاہر ہو۔

اور تیسیر کے حوالے سے علامہ کتانی مالکی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے یکثر حلمکم وتتسع صدورکم لان تحسین الهیئة یورث الوقار والرزانة

---

(۱) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی باب عمامہ کا ذکر، ص: ۹۱

(۲) تعلیم المتعلم ،فصل فی النیة .ص: ۱۵

. عمامہ سے حلم بڑھے گا وسعت قلبی نصیب ہوگی، اس لئے کہ خدوخال کا حسن، سنجیدگی ،متانت اور وقار کو پیدا کرتا ہے(۱)

فرشتے بھی پگڑیاں باندھتے ہیں

عمامہ کی فضیلت کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ آپ ﷺ نے عمامہ باندھا ہے اور اپنے ہاتھوں سے صحابہ کرام کے سروں پر بھی باندھا ہے؛ مگر سیر واحادیث کی کتابوں میں فرشتوں کے پگڑی باندھنے کا بھی تذکرہ موجود ہے؛ چنانچہ مصنف بن ابی شیبہ میں ہے، جس کو علامہ کتانی رحمہ اللہ نے بھی امام بغوی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

ذكر[البغوی]:ان عمامة جبرئيل عليه السلام يوم اغرق فرعون، كانت سوداء.(۲)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ روایت لکھی ہے (۳)

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ: جس دن فرعون کو غرق کیا گیا اس وقت حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا

بَلٰى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْاوَيَاْ تُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ الٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ(۴)

---

(۱) الدعامہ، ص:۱۱

(۲) مصنف بن ابی شیبة ،كتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۶۲ والدعامہ،ص:۶۷

(۳) ثلج الفؤاد فی لبس السواد

(۴) البقرہ،۱۲۵

ترجمہ: ہاں! بلکہ اگر تم صبر اور تقوی اختیار کرو اور وہ لوگ اپنے اسی ریلے میں اچانک تم تک پہونچ جائے، تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دے گا، جنہوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہوئی ہوگی۔ (جیسے عام جنگوں میں اپنی اپنی فوج کی پہچان کے لئے کوئی خاص وردی ہوتی ہے، تھانوی رحمۃ اللہ)

جنگ بدر میں مومنوں کی مدد کے لئے جو فرشتے نازل ہوئے تھے، وہ سب مسومین تھے، "مسومین" کے کئی معانی تفسیروں میں نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک معنی فرشتوں کا پگڑیوں کے ساتھ اترنا بھی لکھا ہے؛ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کئی روایات ذکر کئے ہیں:

اخرج [الطبرانی] و[ابن مردویه] بسندضعیف عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله: (مسومین) قال "معلمین "وکانت سیما الملئکة یوم بدر عمائم سودا، ویوم احد عمائم حمراء.

جنگ بدر کے موقع پر فرشتوں کی علامت سیاہ پگڑیاں تھی اور اور احد کے موقع پر لال پگڑیاں تھی۔

وأخرج[ابن ابی شیبة] و[ابن جریر] و[ابن المنذر] و[ابن ابی حاتم] و[ابن مردویه]عن عبد الله ابن الزبیر رضی اللہ عنہ: ان الزبیر رضی اللہ عنہ کان علیه یوم بدر عمامة صفراء معتمرا او معتما بها، فنزلت الملئکة علیهم عمائم صفر.

بدر کے موقع پر حضرت زبیرؓ اور فرشتے پیلے رنگ کی پگڑیاں باندھے ہوئے تھے

۔

فأخرج[ابن اسحق] و[الطبرانی] عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: کانت سیما الملئکة یوم بدر عمائم بیضاء،قد أرسلوها فی ظهورهم .ویوم حنین عمائم حمراء،ولم تضرب الملئکة فی یو م سوی یو م بدر ،وکانو ایکونون عددا ومددالایضربون.

بدر کے موقع پر فرشتوں کی علامت،سفید پگڑیاں تھیں؛جس کے شملے اپنی پشت پر چھوڑے ہوئے تھے۔اور حنین کے موقع پر لال پگڑیاں تھیں۔

واخرج [الطسی]عن ابن عباس رضی اللہ عنہ : أن نافع ابن الازرق قال له :أخبرنی عن قوله تعالی (مسومین)! قال : الملئکة علیهم عمائم بیض مسومة فتلک سیما الملئکة قال وهل تعرف العرب ذلک ؟ قال :نعم أما سمعت الشاعر یقول :

ولقد حمیت الخیل تحمل شکة

جرداء صافیة الادیم مسومة

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے (مسومین) کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا :فرشتوں کی نشانی اور علامت سفید پگڑیاں تھیں۔

وأخرج [ابن جریر] عن ابی أسید رضی اللہ عنہ (وکان بدریا)انه کان یقول:لوأن بصری معی ثم ذهبتم معی الی احد؛ لاخبرتکم بالشعب الذی خرجت منه الملئکة فی عمائم صفر قد طرحوها بین اکتافهم .

ابواسید رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر میری آنکھ میرے ساتھ رہے اور آپ لوگ مجھے احد کے میدان لے گئے تو میں تمھیں اس گھاٹی کی خبر دوں!جہاں سے فرشتے سفید پگڑیاں باندھے ہوئے اور شملے اپنے کندھوں پر ڈالے

ہوئے نکلے تھے۔(۱)

ان روایات میں فرشتوں سے متعلق مختلف رنگ کی پگڑیوں کا ذکر ہے،قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ **کان سیما الملئکۃ یوم بدر عمائم قد ارخوھا بین اکتافھم خضر وصفر وحمر.** (۲) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتے بدر کے دن ہرے، پیلے، اور لال پگڑیوں میں تھے اور بعض روایات میں سفید اور کالے کا بھی ذکر ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے ہزاروں کی تعداد میں تھے، کچھ فرشتے سفید عمامہ باندھے ہوئے تھے اور کچھ کالے اور کچھ پیلے، دیکھنے والوں نے جس رنگ میں دیکھا اسی کا ذکر کردیا ہے۔

وعن عبادۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالعمائم . فانھا سیماء الملئکۃ وأرخوھا خلف ظھورکم. (۳)

ترجمہ:حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:تم پگڑیاں باندھنا لازم کرلو کیوں کہ پگڑیاں فرشتوں کا لباس ہے،اپنے پشتوں کے پیچھے شملہ چھوڑو۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ نے مقاصد حسنہ میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔(۴)

واخرج [الحاکم] فی اللباس من مستدرکہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت:رأیت رجلا یوم الخندق علی صورۃ دحیۃ بن خلیفۃ الکلبی رضی اللہ عنہ علی دابۃ یناجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ عمامۃ قد

---

(۱) الدر المنثور ۲/۳۰۹،البقرۃ،۱۲۵

(۲) الدعامۃ،ص:۶۷

(۳) البیھقی،۵/۱۷۶ رقم الحدیث:۶۲۶۲

(۴) المقاصد الحسنۃ ۲۹۸ ،حرف العین المھملۃ

سدلها خلفه، فسئلت رسول الله ﷺ فقال: ذاک جبریل! امرنی: أن أخرج الی بنی قریظه.(۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ وہ فرماتی ہیں میں نے خندق کے موقع پر ایک سوار آدمی عمامہ باندھے ہوئے اور شملہ پیٹھ پر لٹکائے ہوئے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں دیکھا؛ جو آپ ﷺ سے سرگوشی کر رہا تھا، میں نے آپ ﷺ سے پوچھا تو فرمایا وہ جبرئیل امین علیہ السلام تھے جو مجھے بنو قریضہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے رہے تھے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال اِن الملئکة یشهدون الجمعة معتمین، ویصلون علی اهل العمائم ؛حتی تغیب الشمس.

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیشک فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر حاضر ہوتے ہیں اور عمامہ باندھنے والوں پر غروب شمس تک رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے مقاصد حسنہ میں اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ ومما لا یثبت کہ یہ ثابت نہیں ہے۔(۲)

وأخرج[ابن ابی شیبة] و[ابو داؤد الطیالسی] و[ابن منیع] و[البیهقی] فی السنن عن علی رضی اللہ عنہ قال:عممنی النبی ﷺ یوم غدیر خم بعمامة سدل طرفها علی منکبی وقال: ان الله امدنی یوم بدر ویوم حنین بملائکة معممین هذه العمة (۳)

(۱) الدعامة،ص: ۶۸

(۲) المقاصد الحسنة ۲۹۸ ،حرف العین المهملة

(۳) الدعامه

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن میرے سر پر عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھے پر چھوڑ کر فرمایا کہ اللہ نے بدر اور حنین کے موقع پر اس طرح پگڑی باندھے ہوئے فرشتوں سے میری مدد کی۔

واخرج [الطبرانی] من طریق مقدام بن داؤد عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: عمم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابن عوف وارخی له اربع اصابع وقال: انی لما صعدت الی السماء، رأیت اکثر الملئکة معتمین. (۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ باندھا اور چار انگلیوں کے بقدر شملہ چھوڑ کر فرمایا جب میں آسمان پر گیا تو اکثر فرشتوں کو پگڑیاں باندھے ہوئے دیکھا۔

یہ چند احادیث اور تفسیری حوالے تھے؛ جن میں فرشتوں کے عمامے باندھنے کا ذکر تھا۔

عمامہ کی احادیث سے متعلق ایک اہم وضاحت

عمامے سے متعلق جتنی احادیث ہیں ان میں سے اکثر کی سندوں پر کلام ہے ؛لیکن جتنے طرق ہیں ان کی کثرت سے ضعف دفع ہو جاتا ہے؛ چنانچہ علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے عمامہ کے احادیث سے متعلق کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :والعمامة سنة ؛لا سیما للصلوة بقصد التجمل، لأخبار کثیرة فیها،واشتداد ضعف کثیر منها ؛یجبره کثرة طرقها، وزعم وضع اکثرها تساهل: (۲)

---

(۱) الدعامة ۵۸

(۲) شرح الشمائل للمناوی علی هامشه جمع الوسائل :۲۰۳

عمامہ سنت ہے، خاص طور سے نماز کے لئے اور تجمل کے ارادے سے؛ اس لئے کہ اس سلسلے کی بہت سی احادیث مروی ہیں، بہت سی احادیث شدید ضعیف ہیں؛ مگر کثرتِ طرق سے ضعف دفع ہو جاتا ہے، عمامہ والی احادیث کو موضوع سمجھنا تساہل ہے۔

علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے عمامہ کے احادیث سے متعلق ایک اہم بات بیان کی ہے کہ وہ لکھتے ہیں: **فهذه كماترى عدة احاديث . فى فضل التعمم ، ولا يضر ضعف اكثرها ؛وان اشتد في بعضها ، لان بعضها يجبر بعضا ويشده ؛كما هي القاعدة عند المحدثين : ان كثرة الطرق تجبر الحديث ،ويصير بهذا اصل معتبر ومما يعضدها فعل المصطفى ﷺ للعمائم ومواظبته على لبسها والباسها لاصحابه ،وأمره لهم بلبسها وقد ترجم البخارى في صحيحه بقوله :باب العمائم، ثم اورد في الترجمة حديث ابن عمرؓ : لا يلبس المحرم القميص ولا العمامة ولا السراويل. (۱) وكانه كما قالوه : لم يثبت عنده على شرطه في فضل العمائم شئى،فاشار بالحديث المذكورالى ان لبسها فى غير الاحرام من سنة المسلمين؛ فلذلك امر بتركها كما فيه .والله سبحانه وتعالى اعلم (۲)**

ترجمہ: یہ چند احادیث جو عمامہ کے فضائل سے متعلق ہیں، اکثر ضعیف ہیں، ان میں بعض کا ضعف تو بہت بڑھا ہوا ہے۔ محدثین کے اصول کے مطابق جب کسی

---

(۱) بخاری، کتاب اللباس باب العمائم ،رقم الحديث ۵۸۰۶

(۲) الدعامة،ص:۱۴

ضعیف روایت کے کئی طرق جمع ہو جاتے ہیں تو اس کو ایک معتبر درجہ مل جاتا ہے، اور اس کے نقص میں کمی ہو جاتی ہے،، نیز حضور کا عمامہ باندھنا اور اس کی پابندی کرنا اور اپنے صحابہ کو پہنانا اور پہننے کا حکم دینا؛ یہ سب باتیں بھی عمامہ کے فضائل میں ممد اور معاون بنتی ہیں ۔امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی صحیح البخاری میں عمامہ کا باب باندھا ہے، اور ابن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں کہ احرام والا آدمی قمیص ،عمامہ اور پاجامہ نہیں پہن سکتا ہے ،عمامہ کے فضائل میں امام بخاری رحمۃ اللہ کے شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں اترتی ہے۔(علامہ عینی رحمۃ اللہ و ابن حجر رحمۃ اللہ ورعلامہ قسطلانی رحمۃ اللہ ، نے بھی یہ بات لکھی ہے: فکانه لم یثبت عنده علی شرطه فی العمامة شئی) اس لئے یہ احرام والی حدیث لائے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ: عمامہ مسلمانوں کا طریقہ ہے ،اس کو ہمیشہ استعمال کرنا چاہئے ،مگر حالت احرام میں استعمال نہیں کرنا چاہئے ۔

اقوال

عمامہ سے متعلق اکابرین امت نے بعض عمدہ باتیں اور اپنے اعمال بیان کئے ہیں ان میں چند یہ ہیں ۔

ویاتی عن[ابن العربی رحمۃ اللہ] انها سنة المسلمین ای: طریقتهم وزیهم وهیأتهم ،وتقدم انها سیما الاسلام، وحاجز بین المسلمین والمشرکین ،ووقارا للمومن وعز للعرب ،وما کان بهذه الاوصاف ینبغی أن یکون مطلوب اکید الطلب. (۱)

شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ کہتے ہیں: 'عمامہ' مسلمانوں کا لباس اور ان کا حلیہ

(۱) الدعامة ۱٦

ہے، یہ بات پہلے بھی آچکی ہے کہ یہ اسلام کی علامت ہے، مسلمان اور مشرک کے مابین فرق کرنے والی ہے، مومن کے لئے وقار اور عربوں کے لئے عزت کی چیز ہے ،اور جو چیز اتنی ساری خوبیوں کی حامل ہے وہ ہمارے لئے حد درجہ مطلوب اور پسندیدہ ہونا چاہئے۔

وقدأخرج عن[ابن عساكر] في تاريخه عن مالك قال :لا ينبغي ان تترك العمامة ،ولقد اعتممت وما في وجهي شعرة. (١)

امام مالک رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: آپ عمامہ نہ باندھے، مناسب نہیں ہے ،میں اس وقت سے عمامہ باندھتا آرہا ہوں،جس وقت میرے چہرے پر ایک بال بھی نہ تھا۔

وفي [المدارک] قال ابو مصعب: سمعت مالكا رحمہ اللہ يقول : اني لا اذكر ومافي وجهي طاقة شعر وما مناحد يدخل المسجد الا معتما اجلالا لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم .(٢)

ابومصعب رحمۃ اللہ کہتے ہیں میں نے امام مالک رحمۃ اللہ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں عمامہ اس وقت سے باندھ رہا ہوں میرے چہرے پر بال نہیں تھے ،ہم میں سے ہر ایک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں عمامہ کے ساتھ داخل ہوتا تھا۔

وفي[شرح الشمائل] لابن مخلص نقلا عن شرح المؤطا المسمى[بالمختار الجامع بين المنتقى والاستدكار]: قال

---

(١) الدعامة ١٦

(٢) الدعامة ١٦

مالک:العمة والاحتباء والانتعال من عمل العرب وكانت العمة فی اول الاسلام ثم لم تزل حتی كن هؤلاء القوم يعنی :ولاة بنی هاشم فتركناها خوفا من خلافهم لانهم لم يلبسوها.(١)

امام مالک رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ عمامہ، چپل پہننا، اور حبوہ باندھ کر بیٹھنا عربوں کا طریقہ ہے۔عمامہ شروع اسلام سے لے کر بنو ہاشم کے امراء کے زمانے تک رہا، بنو ہاشم کے امراء عمامہ باندھنا چھوڑ دیا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا اس خوف سے کہ وہ ہمیں اپنا مخالف نہ سمجھ بیٹھیں۔

ولم ادرک احدا من اهل الفضل الا وهم يعتمون. (٢)

میں نے جتنے بھی اہل علم وفضل کو دیکھا سب عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

وكنت اری فی حلقة ربيعة رحمۃ اللہ (وهو شيخ مالک رحمۃ اللہ)احدا وثلاثين رجلا معتمين وانا منهم وكان ربيعة لا يتركها؛حتی تطلع الثريا .(٣)

امام مالک رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ امام ربیعۃ الرای رحمۃ اللہ (جو امام مالک رحمۃ اللہ کے شیخ ہیں) کے حلقے میں اکتیس لوگوں کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا ان میں ایک میں بھی ہوں اور امام ربیعۃ رحمۃ اللہ عمامہ کبھی بھی ترک نہیں کیے۔

---

(١) الدعامة :١٦

(٢) الدعامة ١٦

(٣) الدعامة ١٦

وقال ربیعہ رحمہ اللہ :انی لاجدھا تزید فی ا لعقل.(۱)
امام ربیعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عمامہ کو عقل میں اضافہ کرنے والا
پایا۔

صحابہ وتابعین پر اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ

اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہونے کا شوق جو صحابہ میں موجود تھا وہ قابلِ رشک اور قابلِ تقلید ہے،اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اور تمام صحابہ میں نمایاں ہے،ابن عمرؓ نے عمامے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال :کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ قال نافع رحمہ اللہ : وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ یفعل ذلک قال عبیداللہ : ورأیت القاسم بن محمد وسالما یفعلان ذلک. (۲)

ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملے کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے۔نافع کہتے ہیں کہ: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی کرتے دیکھا عبیداللہ جو نافع رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ کو کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔

---

(۱) الدعامۃ ۱۶

(۲) شمائل ترمذی،باب ماجاء فی عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عمامہ کے فوائد

عمامے کے بہت سارے فوائد ہیں ان میں چند یہ ہیں:

عمامہ عربوں کا تاج ہے، عرب جب عمامہ ترک کردیں گے تو عزت بھی چلی جائے گی۔

عمامہ کے بہت سارے فوائد ہیں:

نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

سردی گرمی سے حفاظت ہوتی ہے۔

زینت نصیب ہوتی ہے۔

حلم و بردباری میں اضافہ ہوتا ہے۔

رعب و دبدبے میں اضافہ ہوتا ہے۔

وقار اور سنجیدگی پیدا ہوتی ہے۔

عقل و ادراک میں اضافہ کا سبب ہے۔

عمامہ مرد کے لئے ہے عورت کے لئے نہیں

دین و شریعت میں بہت سارے اعمال اور چیزیں ایسی ہیں جو مرد کے لئے خاص ہیں، عورتیں ان کو استعمال نہیں کرسکتیں اور بہت ساری چیزیں ایسی ہیں، جو عورتوں کے لئے خاص ہیں مرد، ان کو استعمال نہیں کر سکتے، مثلاً: سونا اور ریشم کا استعمال عورتوں کے لئے خاص ہے، مرد اس کو استعمال نہیں کر سکتے، ٹوپی اور عمامہ مردوں کے لئے خاص ہے، عورتیں ان کو استعمال نہیں کرسکتیں۔

علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے الدعامۃ میں چند احادیث نقل کی ہیں وہ فرماتے ہیں

-

قال فی کشف الغمه مانصه: وکان ﷺ ینهی النساء عن لبس العمائم ویقول: انماالعمائم للرجال.

کشف الغمہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کوعمامہ پہننے سے منع کیاہےاورفرمایا کہ: عمامہ مردوں کے لئے خاص ہے۔

دخل ﷺ علی ام سلمة رضی اللہ عنہا وهی تختمر فقال لیة لا لیتین یعنی لا تکریه طاقین فاکثر .

آپ ﷺ حضرت ام سلمۃؓ کے گھر گئے اور حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا اوڑھنی باندھ رہی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بار موڑو، یا دو بار، اس سے زیادہ نہیں۔

عمامہ میں کئی بار موڑا جاتا ہے، اس طرح عمامہ کے طور پر اوڑھنی کو کئی بار موڑ کر عمامہ کی طرح لپیٹنے سے منع کیا ہے۔

وکان تمیم الداری رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول الله ﷺ ینهی النساء عن لبس القلانس والنعال والجلوس فی المجالس والخطر بالقضیب ولبس الازار والرداء بغیر دِرع .

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو ٹوپی پہننے، مردوں والے جوتے پہننے، جلسوں میں شریک ہونے، مٹکتے ہوئے فخر وغرور سے چلنے، مردوں والے سلوار پہننے، مردوں والی چادر پہننے سے منع فرمایا۔

اس حدیث میں عورتوں کے لیے ٹوپی سے منع کیا گیا ہے جب ٹوپی ممنوع ہے تو

عمامہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا ،علامہ کتانیؒ لکھتے ہیں کہ القلانس کالعمائم من لباس الرجال دون النساء (۱) ٹوپیاں پگڑیوں کی طرح مردوں کا لباس ہے عورتوں کا نہیں۔

پگڑی اور ٹوپی دونوں مردوں کے لباس ہیں عورتوں کے نہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا ملعون من تشبه من النساء بالرجال کالعکس جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ان پر لعنت ہو اور اسی طرح جو مرد عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں ان پر بھی لعنت ہو تو معلوم ہوا کہ ٹوپی اور عمامہ عورتیں نہیں پہن سکتی ۔

عمامہ کا حکم

شریعتِ مطہرہ میں ہر چیز کے استعمال کا حکم اور درجہ متعین ہے؛ چنانچہ عمامے کا بھی ایک درجہ اور حکم متعین ہے، ابن الحاج رحمۃ اللہ نے مدخل میں عمامہ کو مباح لکھا ہے: اذا کان نفس لبس العمامة من باب المباح (۲)

عمامہ کا پہننا مباح امور میں سے ہے۔

قاضی شوکانی صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ (والحدیث)یدل علی استحباب لبس العمامة(۳)

عمامہ پہننا مستحب ہے۔

(۱) الدعامة ص: ۳۲

(۲) الدعامة: ۱۰۱

(۳) نیل الاوطار ، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس القمیص والعمامة، والسراویل ۱۱۰/۲

اعلم ان لیس العمامة سنة (۱)
عمامہ سنت نہیں (بلکہ مستحب ہے)
علامہ مناوی رحمۃ اللہ فیض القدیر میں فرماتے ہیں کہ: وفی ھذا وما قبلہ ندب العمامة بقصد التجمل ونحوہ وانہ یحصل السنة بکونہا علی الراس أو نحو قلنسوة تحتہا. (۲)
مذکورہ حدیث اور ماقبل کی حدیث سے عمامہ کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ عمامہ ننگے سر پہنے یا ٹوپی پر پہنے، دونوں سے سنت ادا ہو جائے گی۔
حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم کہتے ہیں کہ: اگر یہ حدیث ثابت ہو تو پھر یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ عادیہ ہے۔ اور ایک سنت عادیہ کو بحیثیت سنت کے اختیار کرنا بیشک باعثِ اجر وثواب ہے۔ اس کا کسی کو انکار نہیں؛ لیکن محل کلام یہ ہے کہ: آیا یہ ایسی چیز ہے جس کو واجبات کی طرح التزام کی جائے اور جو ترک کرے، اس پر نکیر کی جائے، یہ بات درست نہیں۔ (۳)
حضرت مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمۃ اللہ لکھا ہے: کہ عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے، اسی ضمن میں علامہ عینی رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا؟ یا اباعبد الرحمن! العمامة سنة؟ کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: نعم، ہاں سنت ہے۔ (۴)

---

(۴) حاشیہ شمائل ترمذی، ص: ۸
(۱) فیض القدیر، حرف العین، ۵/۱۵، رقم الحدیث: ۵۷۲۵
(۲) درسِ ترمذی، ابواب اللباس، ۵/۳۴۳
(۴) عمدۃ القاری، ۱۹/۱۰۱، کتاب اللباس، باب العمائم، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، باب: عمامہ کا ذکر ۹۱

والعمامة سنة لا سيما للصلوة وبقصد التجمل لاخبار كثيرة فيها وتحصل السنة بكونه على الراس او على قلنسوة،(١)

علامہ مناوی رحمہ اللہ وشیخ ابراھیم بیجوری رحمہ اللہ بھی اس کی سنیت کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں: عمامہ سنت ہے خصوصا نماز کے لئے اور اس سے تجمل (حسن) بھی مطلوب ہے، اور سنت کے لئے صرف باندھنا کافی ہے خواہ وہ سر پر باندھا جائے یا ٹوپی پر۔

وتحصل السنة بكو نها على الراس او القلنسوة تحتها قال ابن الجوزیؒ والسنة أن يلبس القلنسوة والعمامة (٢)

ابن جوزی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ٹوپی پہننا اور عمامہ پہننا سنت ہے۔

نوٹ: سنت کا مطلب یہ ہے، عمامہ تو مستحب ومباح لباس ہے، اس کے پہننے سے سنت ادا ہوگی۔

شیخ الاسلام جسٹس مدظلہ کی وضاحت

''بد گوید، بد گفتند بدی است'' جو شخص عمامہ نہ پہنے تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن اس کو برا سمجھنا، برا کہنا، یا اس پر نکیر کرنا خود منکر ہے اور برا ہے۔ اصول یہ ہے کہ غیر منکر پر نکیر کرنا خود منکر ہے یعنی جو چیز شرعا منکر نہیں ہے اس پر دینی نقطۂ نظر سے نکیر کرنا خود منکر ہے، عمامہ پہننا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؛ لیکن واجب نہیں؛ بلکہ سنن زوائد میں سے ہے، لہذا جو شخص عمامہ پہنتا ہے، ان شاء اللہ اس کو اجر

(١) شرح الشمائل للمناویؒ باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المواهب اللدنيه، باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(٢) شرح الشمائل للمناویؒ باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وثواب ملے گا، اور اگر کوئی شخص نہیں پہنتا تو کوئی گناہ نہیں اور کراہت بھی نہیں، اور نہ پہننا مباح ہے، اب اگر ایک شخص ایک ایسا کام کر رہا جو شرعاً مباح ہے، شریعت میں اس کام کو لازم نہیں کیا۔ اس کام کو لازم سمجھنا اور جو آدمی اس کام کو نہ کرے اس پر نکیر کرنا، یہ خود منکر اور بدعت ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالی نے لازم نہیں کیا، تو تم کہاں سے خدائی فوج دار آ گئے ہو! اور اس کو لازم کر رہے ہو۔ (۱)

سنت کے درجے

سنت کی دو قسمیں ہیں پہلی سننِ ہدی اور دوسری سننِ زوائد

سننِ ہدی: وہ سنتیں ہیں، جن پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے بعد خلفائے راشدین نے مواظبت فرمائی ہو، اور یہ مکملاتِ دین سے ہوتی ہے، اور قریب بہ واجب علیہ، اس لئے اس کا تارک گمراہ تصور کیا جاتا ہے، اور ان کا ترک اسائت وکراہت قرار پاتا ہے۔ جیسے اذان واقامت اور جماعت کی نماز۔

سننِ زوائد وہ سنتیں ہیں، جن پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی مواظبت فرمائی ہو، کہ وہ عادت بن گئی ہو، شاذ ونادر کبھی چھوڑا ہو؛ لیکن مکملاتِ دین اور شعائرِ دین میں سے نہیں۔ اس لئے ان کے ترک کو اسائت وکراہت نہیں کہا جاتا، مثلاً: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ لباس، قیام اور قعود میں اور قرأت اور رکوع وسجود کو طویل کرنا۔

اور ایک چیز نفل ہے یہ فرض وواجب اور سنت کی دونوں قسموں کے سوا ہے، اسی میں مستحب ومندوب بھی داخل ہیں اس کے پسندیدہ ہونے کی کوئی عام یا خاص دلیل ہو گی؛ لیکن اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہیں فرمائی ہو گی، اسی

---

(۱) درسِ ترمذی، ابواب اللباس، ۳۳۲/۵

لئے اس کا درجہ سنن زوائد سے کم ہے ہاں کبھی اس کا اطلاق عام معنی میں ہوتا ہے ،یعنی فرض وواجب سے زائداس وقت اس میں سنن رواتب اورمؤکدسنتیں بھی داخل ہوتی ہیں۔ (۱)

عمامہ کونفلی سنت میں شامل کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کے تارکین پر اساءت وکراہت کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے اوراسی طرح جواس کے عاملین ہیں ،اور عمامہ پہننے والے ہیں ،ان کوثواب کی زیادتی کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

عمامہ باندھنے کی عمراوراوقات

علامہ کتانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عمامہ کس وقت پہننا چاہیئے ؟مجھے احادیث اورفقہا کی عبارتوں میں نہیں ملا کہ عمامے کا وقت سات برس کی عمر سے ہے یادس برس کی عمر سے جیسا کہ نماز کی عمر سے متعلق مسئلہ ہے یابالغ ہونے کے بعداس کا وقت ہے جیسا کہ شریعت میں بلوغ کے بعد آدمی مکلّف سمجھا جاتا ہے ،یا پھر داڑھی نکلنے کے بعد ہے کہ اس عمر میں کئی ساری ذمہ داریوں کے قابل سمجھا جانے لگتا ہے۔

لم أقف الان فی شئی من ا لأحادیث ولامن نصوص الفقهاء علی الوقت الذی یطلب فیه التعمم. هل هو من بلوغ السبع او العشر؟ کالصلاة أو من حین البلوغ؟ الذی هو وقت التكلیف والخطاب بالأمر والنهی أو من حین بدأطلوع اللحیةوظهورها؟ لانه وقت ظهور الرجولیة والمخالطة للناس والاندفاع معهم فی أمورهم وحضور محافلهم ومجامعهم.

---

(۱) عمامہ ٹوپی اور کرتا از اعظمی صاحب ،حاشیہ ابن عابدین رد المحتار ۱/ ۱۹۶ ،کتاب الطهارة،مطلب فی السنة وتعریفها

عمامہ باندھنے سے متعلق لوگ مختلف خیال رکھتے ہیں، مثلا: حرمین شریفین کے لوگ جمعہ اور عید اور اس جیسے بابرکت موقعوں میں باندھ لیتے ہیں، اور اہل مغرب عید کے موقعوں پر باندھتے ہیں اور امام مالکؒ تو اس وقت سے عمامہ پہننے لگے تھے جب ان کے چہرہ پر داڑھی بھی نہیں تھی۔

وعمل الناس فی ھذا مختلف: فاھل الحرمین الشریفین علی الاول خصوصا فی الجمع والعیادونحوھما، واھل المغرب علی الأخیر، وقول مالک السابق ولقد اعتممت ومافی وجھی شعر منا أحد یدخل المسجد الامعتما اجلالا لرسول الله ﷺ ،ربما یشھد للاول ویحتمل ان ذلک کان منھم عندالبلوغ أو ماھو قریب منه قبل نبات الشعر فی الوجه والظاھر انه یرجع فی ھذا ومثله الی عادة اھل البلد کمایرجع فی قدر العمامة لعادتھم ایضا لان مخالفة العادة فی نحو ذلک تجر الی الشھرة والی قیل وقال مع انه لانص للمسئلة یر جع الیه بحال. والله اعلم .(١)

عمامہ کی لمبائی

عمامے کی لمبائی سے متعلق صراحت کے ساتھ کوئی حدیث موجود نہیں ہے، مگر علمائے کرام نے عمامے کی احادیث سے اس کی لمبائی متعین کرنے کی کوشش کی ہے ؛چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ایک حدیث سے استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: عمامہ کا دس ہاتھ یا اس سے تھوڑا زیادہ ہونا چاہئے۔

قال السیوطی رحمہ اللہ فی[الحاوی للفتاوی] :وامامقدار

(١) الدعامة: ۲۹

العمامة الشريفة فلم يثبت في حديث وقد روىٰ البيهقي في [شعب الايمان] عن ابن سلام بن عبد الله بن سلام رضی اللہ عنہ قال : قلت لابن عمر رضی اللہ عنہ كيف كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يعتم ؟قال يدير كو ر العمامة على را سه ويغرزها من ورا ء ه ويرخي لها ذوا بة بين كتفيه.

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی کیسے باندھتے تھے؟ تو جواب دیا کہ عمامہ کے ایک سرے کو اپنے سر پر لپیٹ کر سر کے پیچھے ٹوپ لیتے اور دوسرا سرا اپنے دونون کندھوں کے درمیان شملے کے طور پر چھوڑ دیتے تھے۔

هذا يدل على أنها عدة أذر ع، و الظاهر انها كانت نحو العشرة أو فوقها يسير.(۱)

جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اس حدیث سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: عمامہ کی مقدار سے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں ہے؛ البتہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عمامہ کو لپیٹنا اور اور ایک سرے کو پیچھے ٹوپ لینا اور دوسرے سرے کو لٹکا لینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ کا چند ہاتھ ہونا ضروری ہے ؛ دس ہاتھ یا اس سے تھوڑا زیادہ۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: العمامة على القلنسوة ،فصل ما بيننا وبين المشركين ،يعطي يوم القيمة بكل كو رة يدورها على

---

(۱) الحاوی للفتاوی، کتاب الصلاة، باب اللباس ۱/۷۳) (نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص و العمامة، والسراویل ۲/۱۰۷

راسه نورا . (۱)

عمامہ ٹوپی پر پہننا چاہیئے، اور یہ مشرکین اور ہمارے درمیان امتیاز پیدا کرنے والی چیز ہے۔عمامہ میں جتنے پھیرے سر پر لپٹے جاتے ہیں ہر پھیرے کے بدلے قیامت کے دن نور دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: کہ وأن الافضل کو رها وینبغی ضبط طولها وعر ضهابما یلیق بلابسها عادة فی زمانه ومکانه ،فان زاد علی ذلک کره . عمامے میں پھیرے افضلیت کے حامل ہیں عمامہ پہننے والے کو چاہیئے کہ زمان ومکان اور رواج کے اعتبار سے عمامے کی لمبائی اور چوڑائی کو متعین کرے۔اس سے زیادہ لمبا چوڑا رکھنا مکروہ ہے۔

احمد بن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب، احکام اللباس میں لکھا ہے :لولا شدة ضعف هذا الحدیث لکان حجة فی تکبیر العمائم (۲)

علامہ احمد بن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ نے اس حدیث کے تعلق سے فرمایا کہ:اگر یہ حدیث ضعیف نہ ہوتی تو عمامہ کے بڑے ہونے پر مستدل بن جاتی۔

وقال الشیخ الجزری رحمۃ اللہ فی[تصحیح المصابیح] قد تتبعت الکتب وتطلبت من السیر والتواریخ لأقف علی قدر عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم أقف علی شی حتی أخبرنی من أثق به انه وقف علی شئی من کلام النووی رحمۃ اللہ ذکر فیه:أنه کان له صلی اللہ علیہ وسلم عمامة قصیرة وعمامة طویلة وأن القصیرة کانت

(۱) فیض القدیر، حرف العین، رقم الحدیث: ۵۷۲۵،ص:۱۵/۵/۷

(۲) فیض القدیر فی ھامشہ، حرف العین، رقم الحدیث: ۵۷۲۵،ص:۱۵/۵/۷

سبعة ذراع والطويلة كانت اثنى عشر ذراعا. (۱)

شیخ جزری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ: عمامہ کی مقدار سیر و تاریخ میں نہیں تلاش وجستجو کے بعد بھی نہیں ملی ؛البتہ امام نووی رحمۃ اللہ نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو عمامے تھے۔ ایک سات ہاتھ کا اور دوسرا بارہ ہاتھ کا ۔

وظاهر كلام المدخل: أن عمامته كانت سبعه ذراع مطلقا من غير تقييد بالقصير والطويل . والله أعلم (۲)

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ صاحب مدخل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا بتایا ہے۔

وقال شهاب الدين بن حجر الهيتمي رحمۃ اللہ واعلم انه لم ير كما قاله بعض الحفاظ في طول عمامته صلی اللہ علیہ وسلم وعرضها وما وقع للطبراني من أن طولهانحوسبعةأذرع ولغيره أن طولها نحو سبعةأذرع في عرض ذراع لا اصل له. (۳)

ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ نے [طبرانی] کی اس روایت کو بے اصل قرار دیا ہے ،جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کی لمبائی سات ہاتھ تھی۔

وفي حديث مايدل على أفضلية جرها لكنه شديد الضعف وهومفرده لا يعمل به ولا في الفضائل قال ابو الفضل جدنا الاعلى

---

(۱) جمع الوسائل ۲۰۵،ومرقاہ کتاب اللباس ۸/ ۲۱۴

(۲) جمع الوسائل ۲۰۵،ومرقاہ کتاب اللباس ۸/ ۲۱۴

(۳) شرح الشمائل للمناوی رقم الحدیث ۵ باب عمامة،المواهب اللدنيه وجمع الوسائل، باب ماجاء في صفة عمامة النبي علیہ السلام ص: ۹۹

من جهة الام الحافظ الزين العراقي وقد ورد في حديث رواه ابو داؤد النهي عن اسبال العمامة وجرها والتوعدعليه قال والظاهر أن المراد منهاالمبالغة في تطويلها بحيث تخرج عن العادة لاأجرها على الارض فانه غير معتاد والاسبال في كل شئ بحسبه. (۱)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں یہ آیا ہوا ہے کہ عمامہ طویل ہونا افضل ہے وہ بہت کمزور روایت ہے وہ فضائل میں بھی معتبر نہیں ہوسکتا؛ چہ جائے کہ یہاں اس سے استدلال کیا جائے، ہمارے نانا محترم علامہ زین عراقی رحمۃ اللہ نے کہا کہ ابوداؤد کی روایت جس میں عمامہ کے اسبال پر منع وارد ہوا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا لمبا لٹکانا جو زمین کو چھونے لگے یا اتنا لمبا لٹکانا جو عموما نہیں لٹکایا جاتا ممنوع ہے اور اور ہر چیز میں اسبال کی ایک حد ہوتی ہے۔

اس قول سے علامہ مناوی رحمۃ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسبال والی روایت سے بھی عمامہ کا لمبا ہونا ثابت ہوتا ہے،

ان عمامته صلی اللہ علیہ وسلم كانت في صلاته سبعة أذرع(۲)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے عمامے کی مقدار سات ذراع بیان کیا ہے۔

ایک اور جگہ علامہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: قال الشیخ شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ :تتبعت قدر عمامة النبي صلی اللہ علیہ وسلم فتبين من كلام

---

(۱) شرح الشمائل للمناوي باب ماجاء في صفة عمامة النبي صلی اللہ علیہ وسلم (المرقاة، كتاب اللباس ۸/۲۱۶، المواهب اللدنيه ص: ۹۹ وجمع الوسائل باب ماجاء في صفة عمامة النبي صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) فيض الباري، ۲/۱۰، كتاب الصلوة، باب وجوب الصلوة في الثياب، رقم : ۳۵۱

الشیخ محی الدین النووی رحمۃ اللہ :أنها كانت على أنحاء:ثلاثةأذرع ،وسبعة،واثنتي عشر،من الذراع الشرعي،وهو النصف من ذراعنا،وتلك الأخيرة كانت للعيدين .

علامہ جزری رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عمامہ کی مقدار تلاش کیا تو امام نووی کے کلام میں ملا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی عمامے تھے۔تین ذراع ،سات ذراع ،بارہ ذراع کا ،ذراع سے شرعی ذراع مراد ہے جو ہمارے ذراع کا آدھا ہوتا ہے(۱)

حضرت مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں : کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے، بیجوری رحمۃ اللہ نے ابن حجر رحمۃ اللہ سے اس حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے، علامہ جزری رحمۃ اللہ کہتے ہیں میں سیر کی کتابوں میں خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی؛البتہ امام نووی رحمۃ اللہ سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا،مناوی رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق اور سات ہاتھ کا ملا علی قاری رحمۃ اللہ کے قول کے موافق اور ایک (دوسرا بڑا عمامہ) بارہ ہاتھ کا۔صاحب مدخل رحمۃ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے دوسرا نہیں بتایا ہے، (۲) "

عمامہ درمیانی سائز ہونا چاہیے

---

(۱) فیض الباری،۲/۱۰،کتاب الصلوۃ،باب وجوب الصلوۃ فی الثیاب،رقم : ۳۵۱

(۲) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی باب عمامہ کا ذکر

ہر چیز میں اعتدال مطلوب ہے، عمامے میں بھی اعتدال کا لحاظ رکھنا چاہئے، اتنا لمبا رکھنا کہ پہننے میں پریشانی ہو یا اتنا چھوٹا کہ پہنا ہی نہ جا سکے، دونوں مناسب نہیں ہے؛ بلکہ اتنی مقدار میں رکھی جائے کہ بسہولت و بآسانی استعمال کیا جا سکے۔

مواھب اللدنیہ میں ہے کہ: **وقد كانت سيرته في ملبسه أتم وانفعه للناس أعم اذ تكبير العمامة يعرض الراس للآفات كما هو مشاهدفي الفقهاء المكيه والقضاه الرو مية وتصغيرها لايقى من الحر والبرد فكان يجعلها وسطا بين ذلک تنبيها على أن تعتدل في جميع افعالک.** (۱)

لباس میں آپ ﷺ کا طریقہ کامل اور انفع ہے عمامہ کا زیادہ بڑا ہونا پریشانی کا سبب ہے، جیسے مکے کے فقہا اور روم کے قاضی پہنتے ہیں، عمامہ کا چھوٹا رہنا مناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے گرمی سردی سے حفاظت نہیں ہوتی، آپ ﷺ دونوں کے درمیان رکھتے تھے، یہ بتانے کے لئے کہ تمام چیزوں میں اعتدال مدِنظر رکھنا چاہئے۔

شیخ ابراھیم بیجوری رحمہ اللہ نے حضرت ابن القیم رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے: کہ آپ ﷺ کا عمامہ اتنا بڑا بھی نہیں تھا کہ سر پر بوجھ معلوم ہو اور نہ اتنا چھوٹا کہ وہ سردی، گرمی سے سر کی حفاظت بھی نہ کر سکے درمیانی سائز کا عمامہ سب سے بہتر ہے۔

قال ابن القيم رحمه الله: لم تكن عمامة النبي ﷺ كبيره

---

(۱) المواهب اللدنيه باب ماجاء في صفة عمامة النبي ﷺ ص: ۹۹ شرح الشمائل للمناويؒ في الحديث الخامس باب العمامة

یؤذی الرأس حملها ولا صغیرة تقصر عن وقایة الرأس من نحو حر أو برد؛ بل کا ن وسطا بین ذلک وخیر الأمور الوسط. (۱)

شملہ کی تعریف

شملہ عمامے کا سرا ہوتا ہے اور ہر عمامہ میں دو سرے ہوتے ہیں۔

شملہ کے لئے عربی میں کئی الفاظ مستعمل ہیں مثلا:العذبة،ذوابة،العلامة،الذبابة ،سدل العمامة،ارسال العمامةوغیرہ

العذبة، ذؤابة(۲)، سدل عمامته

شمس الحق عظیم آبادی صاحب رحمۃ اللہ نے لکھا ہے :فالأولی أن یرسل طرف العمامة الزی یسمی العلامة والعذبه ،والذبا بة بین الکتفین.

سدل :السدل الاسبال والارسال وفسره فی[القاموس] بالارخاء.(۳)

گویا عمامہ میں دو شملے ہوئے ،عموما ایک عمامے میں ٹوپ دیتے ہیں اور دوسرا لٹکا لیتے ہیں۔

شمائل باب العمامۃ حدیث نمبر ۴ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ: قال فی[المصباح] سدلت الثوب سدلا ارخیته وارسلته من

---

(۱) المواهب اللدنیه باب ماجاء فی صفة عمامة النبی ﷺ ص:۹۹ شرح الشمائل للمناویؒ فی الحدیث الخامس باب العمامة

(۲) الدر المنضود علی سنن ابی داؤد ۶/۱۷۴ کتاب اللباس ،باب العمامة

(۳) نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۲/۱۰۷

غیر ضم جا نبیه فمن ضمهما فهو قریب من التلفیف.(۱)

مصباح میں ہے کہ: سدلت الثوب سدلا: کپڑے کو لٹکانا ،کناروں کو ملائے بغیر، اگر ملا دیا تو وہ تلفیف ہوگا۔

وقال الزین العراقی رحمہ اللہ: وهل المراد بسدلها بین کتفیه سدل الطرف الاسفل؛ حتى یکون عذبة أو سدل الطرف الاعلى بحیث یقررها ویرسل منها شیئا خلفه ،کل محتمل.(۲)

علامہ زین عراقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:عمامہ کے نیچے والا کنارہ جس کو عذبة کہتے ہیں اس کو لٹکائے یا اوپر والا کنارہ لپیٹنے کے بعد اس کو چھوڑ دے دونوں کا احتمال ہے۔

اذا لف عمامته على را سه أرخى طرفها بین کتفیه. وفی بعض طرق الحدیث: أن الذی کا ن یر سله بین کتفیه هو الطرف الاعلى وهو یسمى عذبة لغة، ویحتمل أنه الطرف الاسفل حتى یکون عذبة فی الاصطلاح العرفی الآن.ویحتمل أن المراد الطرفان معالانه ورد انه قد ارخى طرفیها بین کتفیه بلفظ التثنیة .وفی بعض الروایات طرفها بلفظ الافراد.

خلاصہ کلام یہ ہے شملہ عمامہ کا کنارہ ہوتا ہے خواہ وہ اوپر والا کنارہ ہو یا نیچے والا ۔دونوں شملے کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں ،گرچہ اصطلاح میں دونوں کے نام الگ ہیں۔

---

(۱) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی ﷺ حاشیه جمع الوسائل ۲۰۶

(۲) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی ﷺ حاشیه جمع الوسائل ۲۰۶

عمامہ میں شملہ رکھنا چاہئے

حاشیہ شمائل میں لکھا ہے کہ: ارسال عذبة العمامة ایضا مستحب.
عمامہ میں شملہ کا چھوڑنا بھی مستحب ہے۔
وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ یفعل ذلک کہ تشریح میں مناوی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ :انه سنة ،مؤكده محفوظة لم یرض الصلحاء ترکھا .
(۱) شملہ چھوڑنا تاکیدی اور مضبوط سنتوں میں سے ہے اور صالحین نے اس کو نہیں چھوڑا ہے۔
شملہ سے متعلق آنے والی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شملہ بھی عمامہ کا ایک حصہ ہے اس کو بھی رکھنا چاہئے۔
(والحدیث)ایضا یدل علی استحباب ارخاء العمامة بین الکتفین. (۲)
قاضی شوکانی رحمۃ اللہ صاحب نے شملہ لٹکانا مستحب لکھا ہے۔
وأشار بذلک الی أنه سنة مؤكدة محفو ظة لم یترکھا الصلحاء. (۳)

شملہ کتنی مقدار میں لٹکائے

شملے کی مقدار سے متعلق روایات مختلف ہیں: بعض روایات میں چار انگلی کے بقدر، بعض میں ایک بالشت یا اس سے کم ،بعض میں ایک ہاتھ کے قریب ، شملے کی

(۱) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی ﷺ حاشیہ جمع الوسائل ۲۰۳
(۲) نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۱۰۷/۲
(۳) المواهب اللدنیه باب ماجاء فی صفة عمامة النبی ﷺ ص: ۱۰۱ الحدیث :۴

لمبائی کا ذکر ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے کہ: وفي رواية نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال :عمم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابن عوف رضی اللہ عنہ بعمامة وأرخاها من خلفه قدر اربع اصابع وقال هكذا فاعتم. (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھا اور شملہ چار انگلیوں کے بقدر چھوڑا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: اس طرح عمامہ باندھا۔

روى سعد بن سعيد عن رشدين قال:رأيت عبد الله بن الزبير رضی اللہ عنہ يعتم بعمامة سوداء وير خيها شبرا أو اقل من شبر

حضرت رشدین رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا اور شملہ ایک بالشت یا اس سے کم لٹکائے ہوئے تھے۔

واخرج [ابن ابی شيبة]: ان عبد الله بن الزبير رضی اللہ عنہ يعتم بعمامة سوداء قد أرخاها من خلفه نحوامن ذراع.(۲)

مصنف بن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سیاہ عمامہ باندھتے تھے اور شملہ ایک ہاتھ کے قریب پیچھے لٹکاتے تھے۔

یہ دونوں روایتیں نیل الأوطار سے لی گئی ہیں۔

علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ: واختلفت الأحاديث أيضا في

---

(۱) ارشاد الساری، ۱۲/ ۵۲۶، كتاب اللباس ،باب العمائم

(۲) مصنف بن ابی شيبة ،كتاب اللباس ،في العمائم السود،رقم: ۲۵۴۵۵

طولها الی قدر الذراع. (۱)

حاشیہ شمائل ترمذی میں ہے کہ: ومقدار العذبةأربعة أصابع وأكثرها ذراع ،وحدها الى نصف الظهر.

قال بعض الحفاظ: وأقل ماورد فى طولها أربع أصابع وأكثر ماورد ذراع وبينهما شبر. ويحرم افحاش طولها بقصد الخيلاء. وفي خبر حسن من لبس ثوبا يباهي به الناس لم ينظرالله اليه حتى ير فعه قال الشافعي ولوخاف من ارسالها نحوخيلاء لم يؤمر بتركها بل بفعلها ويجاهد نفسه (۲)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: شملہ کی مقدار کم از کم چار انگلیوں کے بقدر اورزیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ ہے، درمیانی مقدار ایک بالشت ہے، تکبر کے ارادے سے زیادہ لمبا لٹکانا حرام ہے، حسن درجے کی حدیث میں ہے کہ جو بندہ لوگوں کو نیچا دکھانے کے لئے لباس پہنتا ہے تو اللہ اس پر نظر رحمت نہ فرمائیں گے یہاں تک کہ وہ لباس اتار دے، امام شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اگر کسی کو شملہ لٹکانے میں کبر کا خوف اور وسوسہ ہو تو اس کو شملے سے نہیں روکیں گے؛ بلکہ وہ شملہ لٹکائے اور مجاہدہ کرے۔

وأقل ماورد فى طولها أربع أصابع وأكثر ما ورد فيه ذراع وبينهما شبرويحرم افحاشهابقصد الخيلاء (۳)

---

(۱) الدعامة ۵۷

(۲) شرح الشمائل للمناوی ۲۰۸

(۳) المواهب اللدنيه باب ماجاء فى صفة عمامة النبی ﷺ ص: ۱۰۱ الحديث: ۱

شیخ ابرہیم صاحب رحمۃ اللہ نے تقریبا یہی کلام نقل کیا ہے۔

محمد جعفر الکتانی رحمۃ اللہ نے ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی سے نقل کیا ہے:

وقدأخرج[ابن ابی شیبة] أن عبد الله بن الزبیر رضی اللہ عنہ کان یعتم بعمامة سوداء قد أرخاها من خلفه نحوا من ذراع .

وروی سعد بن سعید عن رشدین رحمۃ اللہ قال: رأیت عبد الله ابن الزبیر رضی اللہ عنہ یعتم بعمامة سوداء ویرخیها شبرا أو أقل من شبر. (۱)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ کے برابر شملہ لٹکایا۔

وأخرج [الطبرانی] فی[الاوسط] عن ابن عمر رضی اللہ عنہ : أن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عمم عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فارسل من خلفی اربع اصابع او نحوها ثم قال هكذا فاعتم فانه اعرب واحسن (۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ باندھا اور چار انگلیوں کے بقدر شملہ چھوڑا اور فرمایا: یہ زیادہ خوبصورت ہے اور عربی طرز ہے۔

اخرج [البیهقی] فی [الشعب]من طریق عطاء الخراسانی: أن رجلا أتی ابن عمر رضی اللہ عنہ فساله عن ارخاء طرف العمامة؟ فقال له عبد الله: أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعث سریة وأمر علیها عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وعقد له لواء وعلی عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عمامة

(۱) الدعامة ۵۸

(۲) الدعامة ۵۸

كرابيس اى غليظة مصبوغة بسواد فدعاه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فحل عمامته ثم عممه بيده وافضل عمامته موضع اربع اصابع او نحو ذلك وقال هكذا فاعتم فانه احسن واجمل. (۱)

ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے شملہ لٹکانے سے متعلق پوچھا ؟تو فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بنا کر جھنڈا دیا، حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ پر سیاہ موٹا عمامہ تھا ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول کر اپنے مبارک ہاتھوں سے باندھا،اور چار انگلیوں کے قریب شملہ چھوڑا۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ :اس طرح عمامہ باندھا کیوں کہ یہ زیادہ خوبصورت ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شملہ کی کم از کم لمبائی چار انگلیوں کے بقدر ہونی چاہئے اور زیادہ سے زیادہ پیٹھ کے نصف حصے تک ہونا چاہئے اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی اپنے عمامے کا شملہ کسی وجہ سے چھوٹا رکھنا چاہے تو وہ چار انگلیوں کی مقدار میں رکھ سکتا ہے اور اگر کوئی لمبا رکھنا چاہتا ہے تو پیٹھ کے نصف حصے تک لٹکا سکتا ہے۔

نصف پیٹھ سے زیادہ نہ لٹکائے

حدیث پاک میں ہے کہ قمیص، ازار اور عمامے میں لمبائی کا لحاظ رکھا جاتا ہے؛ مگر اتنا لمبا رکھنا کہ متکبرین کی وضع سے میل کھائے تو گناہ کے حدود میں داخل ہو جائے گا،شملہ بھی نصف پیٹھ سے زیادہ نہ لٹکانا چاہئے۔

(۲) الدعامة ۵۸

عن سالم عن ابیه عن النبی ﷺ قال :الاسبال فی الازار والقمیص والعمامة من جر منها شیئا خیلاء لم ینظر الله الیه یو م القیمة (۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تہہ بند، قمیص اور پگڑی میں درازی ہے؛ مگر جو شخص ان میں سے کسی چیز کو بھی تکبر کی بنا پر لٹکا کر کھینچے گا اللہ تعالی اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہیں فرمائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کبر کی بنیاد پر شملے کو لمبا کر دینا ممنوع ہے، حاشیہ شمائل ترمذی میں ہے کہ شملہ کا نصف پیٹھ سے زیادہ بڑھانا بدعت میں شمار کیا ہے

وحدها الی نصف الظهر والتجاوز عنه بدعة داخل فی الاسبال المنهی عنه .(۲)

بعض شوافعی علما نے ایک عجیب بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں اگر شملہ لمبا ہو جائے اور متکبرین کی وضع سے مشابہت کا خوف ہو، تو اس کو اس کے ترک کا حکم نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ وہ اسی حال میں رہے گا اور مجاہدہ کرے گا۔

قیل: ویحرم اطالة العذبة طولا فاحشا ولا مقتضی للجزم بالتحریم (۳)

(۱) ابوداؤد ۳۲۵/۴ الحدیث :۴۰۹۴، نسائی، ۲۰۸/۸ رقم الحدیث ۵۳۳۶، ابن ماجه، ۱۱۴۸/۲، رقم الحدیث: ۳۵۷۶، اوجز المسالک الی مؤطا امام مالکؒ، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الاسبال ۱۸۰/۱۶

(۲) حاشیه شمائل تر مذی

(۳) نیل الاوطار ، کتاب اللباس ، باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة، والسراویل ۱۰۷/۲

شملے کو حد سے زیادہ لمبا رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔

شملے کا کونسا کنارہ لٹکانا چاہئے

عمامہ میں دو کنارے ہوتے ہیں: اوپر والا اور نیچے والا یا دائیں طرف کا کنارہ یا بائیں طرف کا، ان میں کونسا لٹکانا چاہئے؟ تو علامہ عینی رحمۃ اللہ خود یہ سوال قائم کرتے ہیں اور خود جواب دیتے ہیں کہ دونوں میں جو بھی لٹکائے صحیح ہے۔

وقال :ماالمرادبسدل عمامته بين كتفيه ؟هل المراد سدل الطرف الاسفل ،حتي تكون عذبة،أو المراد سدل الطرف الاعلى بحيث يغرزها ويرسل منها شيئا خلفه ؟يحتمل كلامن الامرين(١)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے بھی تقریبا یہی بات کہی ہے کہ جو کنارہ بھی لٹکائے حدیث کی بنیاد پر دونوں کا احتمال ہے، اور کسی روایت میں شملے کے لئے کسی کنارے کی تصریح نہیں ہے۔

ولم أر التصريح بكون المرخي من العمامة عذبة الافي حديث واحد مرسل مع ان العذبة لغة الطرف فالطرف الاعلى يسمى عذبة لغة وان تخالفا في الاصلاح العرفي الان ،وفي بعض طرق الحديث أن الذي كان يرسله بين كتفيه من الطرف الاعلى ويحتمل أن المراد الطرفان معاالى هنا كلامه واورد ابن الجوزي T في الوفا عن عبد السلام قلت لابن عمر رضي الله عنه كيف كان يعتم رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يدير كور العمامة على راسه ويغرزه من وراءه(٢)

(١) عمدة القاري، كتاب اللباس ،باب العمامة،١٩/١٠٧

(٢) شرح الشمائل للمناوي باب ماجاء في صفة عمامة النبي صلى الله عليه وسلم حاشيه جمع الوسائل ٢٠٦

عمامہ میں ایک شملہ ہونا چاہیے

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ شملہ ایک ہو نا چاہیے ؛چنانچہ مناوی رحمۃ اللہ نے ابن جوزی رحمۃ اللہ سے نقل کیا کہ: قدأورد [ابن الجوزی] فی[الوفا] من طریق ابی معشرعن خالد الحذاء قال: اخبرنی ابو عبد السلام قال: قلت لابن عمر رضی اللہ عنہ: کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتم؟ قال: یدیر کو ر العمامة علی را سه ویفرشها من ورا ء ه ویرخی لها ذوا بة بین کتفیه.

ابن جوزی رحمۃ اللہ نے وفا میں ابو معشر خالد الحذاء کے طریق سے ایک روایت بیان کی ہے ،ابوعبدالسلام نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی کیسے باندھتے تھے؟تو جواب دیا:عمامہ کے ایک سرے کو اپنے سر پر لپیٹ کرسر کے پیچھے ٹوپ لیتے اور دوسرا سرا، اپنے دونوں کندھوں کے درمیان شملے کے طور پر چھوڑ دیتے تھے۔

وفی[الترمذی] قال نافع :وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ یفعل ذلک ،قال عبید اللہ: ورأیت القاسم بن محمد وسالما یفعلان ذلک ای ماذکر من اسدال طرف العمامة بین الکتفین.

حضرت نافع رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح عمامہ باندھتے تھے حضرت عبیداللہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ:میں نے قاسم بن محمداور سالم کو بھی اسی طرح باندھتے ہوئے دیکھا یعنی ایک شملہ پیٹھ پر لٹکائے ہوئے تھے۔

عمامہ میں دوشملہ بھی رکھ سکتے ہیں

عمامے میں دو شملے بھی رکھ سکتے ہیں، بہت ساری روایات میں دو شملے چھوڑنے کا ذکر ملتا ہے۔

عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قال: عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسدلها بین یدی من خلفی (۱)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی بندھوائی اور اس کا ایک شملہ اگلی جانب اور دوسرا شملہ پچھلی جانب چھوڑ دیا۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے حافظ زین العراقی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس حدیث کے تین مطلب بیان کیے ہیں: ان میں ایک کو امامیہ کا طریقہ بتلا کر اس سے اجتناب ضروری لکھا ہے:

پہلا مطلب: عمامہ کے دو شملے رکھے ؛ایک آگے لٹکا لے اور دوسرا پیچھے لٹکا لے۔

دوسرا مطلب یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عوف ؓ کو عمامہ باندھا تو کسی وقت شملہ آگے چھوڑ دیا اور کسی وقت پیچھے چھوڑ دیا یعنی دو الگ الگ موقعوں کا بیان ہے۔

تیسرا مطلب: عمامہ کا شملہ بڑا چھوڑ کر اس کا کچھ حصہ آگے اور کچھ پیچھے چھوڑتے ہیں، ایک ہی شملے میں کچھ آگے اور کچھ پیچھے رکھ لینا یہ امامیہ کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

عون المعبود میں لکھا ہے کہ: یہ حدیث ضعیف ہے پس اولی یہ ہے کہ عمامہ کا سرا

(۱) ابو داؤد ۴/ ۳۴۱، کتاب اللباس، باب فی العمائم، رقم الحدیث : ۴۰۷۹

صرف ایک دونوں مونڈھوں کے درمیان ہونا چاہئے، جیسا کہ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جس کو مسلم نے بیان کیا ہے، عن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ قال كأني أنظر الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وعليه عمامة سوداء قد أرخى طرفها بين كتفيه (۱)

اسی طرح جامع ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتم سدل عمامته بين كتفيه (۲)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ (۳)

عن عمرو بن حريث رضی اللہ عنہ قال كأني أنظر الى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وعليه عمامة سوداء قد أرخى طرفيها بين كتفيه (۴)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ عمامہ دیکھا، جس کے دونوں شملے اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑ رکھے تھے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں ابن الملک رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ارسل لعمامة طرفين احدهما على صدري والآخر

---

(۱) مسلم

(۲) الترمذی

(۳) عون المعبود ۶/۸۹ بذل المجهود الدر المنضود ۶/۱۷۴

(۴) ابن ماجة، كتاب اللباس، باب ارخاء العمامة بين الكتفين، رقم: ۳۵۸۷) (مصنف بن ابی شيبة، كتاب اللباس، في ارخاء العمامة بين الكتفين، رقم: ۲۵۴۸۱

من خلفی. کہ آپ ﷺ نے سینے کی جانب اور پیٹھ کی جانب دو شملے چھوڑے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عن علی کرم اللہ وجھہ :انہ ﷺ عممہ بعمامۃ اسدل طرفیھا علی منکبیہ .

ترجمہ :حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے عمامہ باندھا اور اس کے دونوں شملے پیٹھ کی جانب چھوڑ دیا۔

وفی[شرح السنۃ]قال محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ :رأیت ابن عمر رضی اللہ عنہ معتما قد أرسلھا بین یدیہ ومن خلفہ .

شرح السنۃ میں ہے کہ محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے شملے کو آگے اور پیچھے چھوڑ رکھا تھا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں طریقوں میں ایک طرف شملہ چھوڑنے کو افضل کہا ہے وہ لکھتے ہیں: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: کان النبی ﷺ اذا اعتم سدل عمامتہ(أی طرفھا الذی یسمی العلامۃ والعذبۃ) بین کتفیہ(بالتثنیۃ)ووفی روایۃ :أرسلھا بین یدیہ ومن خلفۃ والافضل ھو الاول .

ترجمہ: آپ ﷺ نے عمامہ باندھا اور شملہ کو دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑ دیا اور ایک روایت میں آگے اور پیچھے لٹکانا بھی وارد ہوا ہے مگر افضل پہلا طریقہ ہے۔(۱)

---

(۱) مرقاۃ ،کتاب اللباس:۸/۱۴۶

وأخرج[ابن سعد] عن مولى يقال له هرمز ،قال: رأيت عليا رضي الله عنه عليه عمامة سوداء قد ارخاها من بين يديه ومن خلفه.(۱)

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ صاحب نے ابن سعد رحمۃ اللہ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں حضرت ہرمز کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سیاہ عمامہ دیکھا آپ نے شملے کو آگے اور پیچھے لٹکایا ہوا تھا۔

علامہ کتانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ :لان حديث ارسالها بين الكتفين اصح واقوى لانه في مسلم فيصار اليه سيما وحديث ثوبان يمكن حمله على انه كان يفعل ذلک في بعض الاحيان لبيان الجواز وان الكل واسع. (۲)

قال[ابن حجر] في[شرح الشمائل] بعد ما ذكر فيه: اختلاف الروايات في محل ارخائها كما ذكرنا مانصه ولا تنافي لان السنه تحصل بكل ولكن الافضل ان يكون بين الكتفين لانه الذى صح من فعله صلى الله عليه وسلم لنفسه (۳)

دونوں کندھوں کے درمیان ایک شملہ چھوڑنے کی حدیث زیادہ قوی ہے اور

(۱) مصنف بن ابى شيبة ،كتاب اللباس ،في العمائم السود، ۱۲/۵۴۲رقم:۲۵۴۶۰،نيل الأوطار ،كتاب اللباس ،باب ما جاء في لبس القميص والعمامة،والسراويل ۲/۱۰۷

(۲) الدعامة:۵۴

(۳) الدعامة:۵۵

ثوبان رضی اللہ عنہ کی دو شملے والی حدیث کو اس پر محمول کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو شملے سے بھی عمامہ باندھا ہے اور دونوں طریقے جائز ہیں۔

اور بیہقی والی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اس کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

وعن عبادة رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عليكم بالعمائم فانها سيماء الملئكة وأرخوها خلف ظهوركم (۱)

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پگڑیاں باندھنا لازم کرلو؛ کیوں کہ پگڑیاں فرشتوں کا لباس ہے، اپنے پشتوں کے پیچھے شملہ چھوڑو۔

فعلم مما تقدم ان الاتيان بكل واحد من تلك الأمور سنة. (۲)

معلوم ہوا کہ یہ دونوں طریقے ثابت اور مسنون ہیں۔

علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ: **ويحتمل أن السدل سنة وراء وامام انما يسن لمن اراد ارخاء طرفيها وامامن اقتصر على طرف فالافضل له بين الكتفين ثم المنكب.**

---

(۱) البيهقی، ۵/۷۶/۱ رقم الحديث: ۶۲۶۲

(۲) جمع الوسائل، باب ما جاء فی عمامة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

جو آدمی دو شملے رکھنا چاہتا ہے تو آگے اور پیچھے لٹکا لے اور جو ایک پر اکتفا کرنا چاہتا ہے تو دونوں کندھوں کے درمیان پیٹھ پر چھوڑ دینا افضل ہے ،اس کے بعد افضلیت کا درجہ کندھے کو ہے۔

ایک اشکال کا دفعیہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت مشہور ہیں ان سے متعلق شملے کی روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوران کا عمل الگ الگ ملتا ہے،کبھی آپ کے عمامے کا شملہ ایک ہے کبھی دو،کبھی شملہ ہی نہیں ہے۔ایسی مختلف روایات کو ایک ہی وقت میں ماننے میں اشکال ہوتا ہے،اگر وقت الگ الگ مانا جائے تو پھر اشکال باقی نہیں رہتا۔منطق اور فلسفے کا اصول بھی ہے کہ:ع ؛ در تناقض ہشت وحدت شرط دان۔

تعارض اور تضاد ثابت کرنے کے لئے آٹھ چیزوں میں وحدت ضروری ہے،اس میں سے ایک وقت بھی ہے،اگر مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے عمامہ کا استعمال کیا ہے تو پھر کسی قسم کا اشکال نہیں ہوسکتا اور تینوں روایتیں جمع ہوسکتی ہیں۔

قال اخبرنی ابو عبد السلام قال: قلت لابن عمر رضی اللہ عنہ کیف کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یعتم قال یدیر کو ر العمامة علی را سه ویغرشها من ورا ءه ویرخی لها ذوا بة بین کتفیه.

وفی[الترمذی] قال نافع رحمہ اللہ : وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ یفعل ذلک قال عبید الله رحمہ اللہ :رأیت القاسم بن محمد وسالما

یفعلان ذلک ای ماذکر من اسدال طرف العمامة بین الکتفین .

جامع ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتم سدل عمامته بین کتفیه (۱)

عن مکحول رحمۃ اللہ قال :رأیته(ابن عمر رضی اللہ عنہ)یعتم ولا یرخی طرف العمامة(۲)

حضرت مکحول رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا؛لیکن شملہ نہیں چھوڑا تھا۔

ان روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک شملہ پیٹھ کی جانب دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھا۔

وفی[شرح السنة] قال محمد بن قیس رحمۃ اللہ :رأیت ابن عمر رضی اللہ عنہ معتما قد أرسلها بین یدیه ومن خلفه .

شرح السنۃ میں ہے کہ محمد بن قیس رحمۃ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا کہ آپ نے شملے کو آگے اور پیچھے چھوڑ رکھا تھا۔

اور تیسری مصنف بن ابی شیبۃؒ کی روایت میں ہے کہ آپ نے بغیر شملہ کے عمامہ باندھا تھا۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:ویحتمل ان المراد بذلک علی مرتین وانه عممه مرة فسدلها بین یدیه وعممه الاخری فسدلها من خلفه

---

(۱) الترمذی

(۲) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی ارخاء العمامة بین الکتفین،رقم:۲۵۴۸۳

ان تینوں روایتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہو رہا ہے؛ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق الگ الگ عمل منقول ہیں، پہلی روایتوں میں ہے کہ آپ نے صرف ایک شملہ پیٹھ پر چھوڑا تھا اور راوراس کے بعد کی روایتوں دو شملے چھوڑنے کا ذکر ہے۔اس کے بعد کی روایت میں بغیر شملہ کے پہننا ثابت ہو رہا ہے۔

حقیقت میں کوئی تضاد نہیں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی اس طریقے سے باندھا ہے اور کبھی اس طریقے سے؛ دیکھنے والوں نے جس طریقہ پر دیکھا اسی کو بیان کیا ہے۔جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسے ہی کئی طریقے منقول ہیں۔

دو شملوں میں ایک بڑا دوسرا چھوٹا رکھ سکتے ہیں

شملے اگر دو رکھے جائیں تو حسبِ سہولت بڑا چھوٹا رکھ سکتے ہیں، جیسا کہ عمامہ باندھنے میں ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک بڑا ہو گیا، دوسرا چھوٹا ہو گیا، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

عن محمد بن قیس رحمہ اللہ قال :رأیت ابن عمر رضی اللہ عنہ معتما قد ارخی العمامة من بین یدیه و من خلفه ،ولا ادری أیهما اطول.(۱)

حضرت محمد بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا اور شملہ آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے تھے، مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں کونسا زیادہ لمبا تھا۔

وفی [نظم شرح السیرة العراقیة]للمناوی رحمہ اللہ فی [الکلام فی البعوث الی الملوک والبلاد]:ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث سیدنا علیا رضی اللہ عنہ الی الیمن فی رمضان سنة عشر من الهجرة قال: وعقد له

(۱) مصنف بن ابی شیبة ، کتاب اللباس ،فی ارخاء العمامة بین الکتفین،رقم: ۲۵۴۸۱

لواء وعممه بيده عمامة ثلاثة اكوار وجعل ذراعا بين يديه وشبرا من وراءه .(۱)

آپ ﷺ نے رمضان ۱۰ھ (دس ہجری) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو جھنڈا دیا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے تین پھیروں سے عمامہ باندھا اور شملہ ایک ہاتھ کی مقدار میں آگے چھوڑا اور ایک بالشت کے بقدر پیچھے چھوڑا۔(۲)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمامے میں دو شملے چھوڑے، ان میں ایک بڑا رکھا ایک ذراع کی مقدار میں اور دوسرا چھوٹا رکھا ایک بالشت کی مقدار میں۔

تو معلوم ہوا کہ شملہ حسبِ سہولت چھوٹا بڑا رکھ سکتے ہیں۔

کبھی کبھی بغیر شملہ کے بھی عمامہ باندھ سکتے ہیں

عمامے میں شملہ ہو تو بہت اچھا ہے، حسن و جمال میں اضافے کا سبب ہے؛ مگر شملہ ہونا کوئی ضروری نہیں، بغیر شملے کا بھی ثابت ہے۔

حاشیہ شمائل میں لکھا ہے کہ: ارسال عذبة العمامة ايضا مستحب مع الترک احيانا.

شرح مہذب میں لکھا ہے کہ: عمامہ کا استعمال شملہ اور بغیر شملہ کے دونوں طرح درست ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: وقد ثبت في السير بروايات صحيحة :أن النبي ﷺ كان يرخي علامته أحيانا بين كتفيه

(۱) نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۱۰۷/۲

(۲) نیل الأوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۱۰۷/۲

وأحيانا يلبس العمامة من غير علامة فعلم أن الاتيان بكل واحد من تلك الامور سنة .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ میں کبھی شملہ چھوڑا ہے اور کبھی نہیں اور یہ جان لینا چاہئے کہ دونوں باتیں سنت ہیں(۱)

ولم يكن المصطفى صلی اللہ علیہ وسلم يسدل دائما بدليل رواية مسلم انه دخل مكة بعمامة سوداء من غير ذكر سدل وصرح ابن القيم بنفيه قال لانه كان على اهبة القتال والمغفر على راسه فلبس من كل موطن ماينا سبه (۲)

ابن قیم رحمۃ اللہ کی تصریح کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ عمامہ شملے کے بغیر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شملہ نہیں لٹکایا ہے۔

قال النووى رحمۃ اللہ فى شرح المهذب :يجوز لبس العمامة بارسال طرف العمامة وبغير ارساله ولا كراهة في واحد منهما (۳)

امام نووی رحمۃ اللہ نے شرح مہذب میں عمامہ کو شملے کے ساتھ اور بغیر شملے دونوں طریقے سے پہننے کو جائز لکھا ہے، ان میں کوئی طریقہ مکروہ نہیں ہے۔

---

(۱) مرقاۃ ۱۴۶/۸ کتاب اللباس

(۲) زاد المعاد، فصل فی ملابسہ علیہ السلام، ص: ۵۲

(۳) نیل الأوطار ۲/ ۱۱۲

عن مکحول رحمہ اللہ قال : رأیته(ابن عمر رضی اللہ عنہ)یعتم ولا یرخی طرف العمامة(۱)

حضرت مکحول رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا؛ لیکن شملہ نہیں چھوڑا تھا۔

شملہ چھوڑنے کے مختلف طریقے

شملہ لٹکانے کی جگہوں سے متعلق احادیث مختلف ہیں :بعض میں دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانے کا ثبوت ملتا ہے،بعض میں اپنے آگے کی جانب سینے پر چھوڑنے کا ذکر ہے،بعض روایات میں گردن کے نیچے چھوڑنے کا اور بعض میں دائیں طرف کان پر،بعض میں صرف بائیں طرف ،اور بعض میں بائیں کندھے پر بعض میں پیٹھ اور کندھے پر چھوڑنے کا تذکرہ ہے،اور بعض روایات تو ایسی ہیں جن میں شدت کے ساتھ بطورِ تحسنیک شملہ لٹکانے کی تائید ہے۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

دونوں کندھوں کے درمیان (بین کتفیہ)

وعن عبادة رضی اللہ عنہ قال : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالعمائم فانها سیماء الملئکة وأرخوها خلف ظهورکم (۲)

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمامہ پہنا کرو،اسلئے کہ یہ فرشتوں کی نشانی ہے،عمامہ (شملے) کو اپنی پیٹھ پر چھوڑ دو۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتم سدل

---

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی ارخاء العمامة بین الکتفین،رقم: ۲۵۴۸۳

(۲) البیهقی،۵/۱۷۶ رقم الحدیث: ۶۲۶۲

عمامته بين كتفيه . قال نافع رحمہ اللہ :وكان ابن عمر رضی اللہ عنہ يفعل ذلک. قال عبيد الله :ورأيت القاسم بن محمد وسالما يفعلان ذلک . (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تو اس کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ لیتے، حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی پہنتے تھے، حضرت عبیداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے قاسم رحمہ اللہ اور سالم رحمہ اللہ کو بھی ایسے ہی (شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان) پہنتے دیکھا ہے۔

عن عمرو بن مروان عن ابيه قال :رأيت على انس رضی اللہ عنہ عمامة قد ارخاها من خلفه. (۲)

حضرت مروان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر عمامہ دیکھا جس کا شملہ آپ نے پیچھے چھوڑ رکھا تھا۔

عن نافع رحمہ اللہ قال :كان ابن عمر رضی اللہ عنہ يعتم ويرخيها بين كتفيه .(۳)

حضرت نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں :کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عمامہ باندھتے اور اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے۔

قال عبيد الله رحمہ اللہ :اخبرنا اشياخنا أنهم رأوا اصحاب

---

(۱) شمائل ترمذی ،باب ما جاء فی عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) مصنف بن ابی شيبة ،كتاب اللباس ،في ارخاء العمامة بين الكتفين ،رقم: ۲۵۴۸۰

(۳) مصنف بن ابی شيبة ،كتاب اللباس ،في ارخاء العمامة بين الكتفين ،رقم: ۲۵۴۷۷

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتمون ویرخونھا بین اکتافھم .(۱)

حضرت عبید اللہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: ہمارے مشائخ نے بتایا کہ: انہوں نے صحابہ کو عمامہ باندھتے ہوئے دیکھا اور شملہ اپنے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔

عن اسماعیل رحمۃ اللہ قال :رأیت علی شریح رحمۃ اللہ عمامة قد ارخاھا من خلفه .(۲)

حضرت اسماعیل رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے شریح رحمۃ اللہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا، شملہ اپنی پیٹھ پر چھوڑ رکھا تھا۔

قاضی شوکانی صاحب نے دونوں کندھوں کے درمیان کو مستحب بتایا ہے۔

(والحدیث)ایضا یدل علی استحباب ارخاء العمامة بین الکتفین (۳)

سینے پر شملہ چھوڑ دینا (اپنے سامنے)

عن ھشام رحمۃ اللہ قال:رأیت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ معتما قد ارخی طرفی العمامة بین یدیه .(۴)

حضرت ہشام رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا انہوں نے اپنے دونوں شملے اپنے سامنے چھوڑ رکھا تھا۔

---

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی ارخاء العمامة بین الکتفین ،رقم:۲۵۴۷۷

(۲) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی ارخاء العمامة بین الکتفین ،رقم:۲۵۴۵۴

(۳) نیل الأوطار ،کتاب اللباس،باب ما جاء فی لبس القمیص و العمامة،والسراویل ۲/۱۰۷

(۴) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی ارخاء العمامة بین الکتفین ،رقم:۲۵۴۷۸

گردن کے نیچے چھوڑنا

عن سلیمان بن المغیرہ رحمہ اللہ قال : رأیت ابا نضرة رحمہ اللہ یعتم بعمامة سوداء قد ارخاھا من تحت عنقه.(۱)

حضرت سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ابونضرہ رحمہ اللہ کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا اور شملہ اپنی گردن کے نیچے لٹکائے ہوئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ اپنی پیٹھ پر دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑ رکھا تھا۔

دائیں طرف کان پر

علامہ زین عراقی رحمہ اللہ نے شملہ کو بائیں جانب لٹکانے کو ترجیح دی ہے، اور دائیں جانب شملہ رکھنے کی حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:وھل ترخی من الجانب الایسروالأیمن؟قال الحافظ الزین العراقی رحمہ اللہ :المشروع من الأیسر ولم أر ما یدل علی تعیین الأیمن الافی حدیث ابی امامۃ رضی اللہ عنہ بسند ضعف عند الطبرانی فی الکبیر قال:کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایولی والیاحتی یعممه ویرخی لھا من الجانب الأیمن نحو الاذن (۲)

عمامہ کا شملہ دائیں جانب چھوڑے یا بائیں جانب ؟حافظ زین عراقی رحمہ اللہ نے بائیں جانب کی مشروعیت بتائی ہے اور دائیں جانب والی حدیث کو ضعیف شمار کیا ہے جو طبرانی کبیر میں ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی ارخاء العمامة بین الکتفین ،رقم:۲۵۴۸۶

(۲) ارشاد الساری،کتاب اللباس ،باب العمائم،۱۲/۶۲۶ ۷۵

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو والی مقرر کرتے اس کو عمامہ باندھتے اور شملہ دائیں جانب کان کی طرف چھوڑتے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ بائیں جانب شملہ لٹکانا چاہئے۔

وبعض اهل العلم فهل المشروع فيه ارخائها من الجانب الأيسر كما هو المعتاد او من الأيمن لشرفه قال ولم أر مايدل على تعيين الأيمن الافي حديث ابى امامة عند الطبرانى لكنه ضعيف. (۱)

بائیں طرف

وبتقدير ثبوته فلعله ير خيها من الجانب الأيمن ثم يردها من الجانب الأيسر كما يفعله بعضهم الا أنه صار شعار الامامية كما تقدم الى هنا كلامه (۲)

اگر طبرانی کی اس روایت کو ثابت مان لیا جائے تو شاید یہ مطلب نکل آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دائیں جانب چھوڑا ہو پھر شملے کو بائیں جانب ڈال لیا ہو جیسا کہ بعض امامیہ فرقے والوں (روافض) کا شعار تھا۔

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری ادام اللہ ظلالہ نے روافض کے شعار سے متعلق کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

---

(۲) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاشیه جمع الوسائل ۲۰۳ المواهب اللدنيه باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۹۹

(۲) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاشیه جمع الوسائل ۲۰۳

پہلے روافض بائیں کندھے سے سینے پر شملہ ڈالتے تھے؛ مگر اب ان کا یہ شعار نہیں رہا اس لئے یہ بھی درست ہے(۱)

بائیں کندھے پر شملہ رکھنا

وأخرج الطبرانی من حدیث عبد الله بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: بعث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابی طالب علیه السلام الی خیبر، فعممه بعمامة سوداء ثم ارسلها من وراءه او قال علی کتفه الیسری ،وحسنه السیوطی. (۲)

حضرت عبداللہ بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر بھیجا تو اس وقت سیاہ عمامہ باندھا اور اور شملے کو پیچھے چھوڑا یا بائیں کندھے پر چھوڑا۔

اس حدیث میں راوی کو شک ہوا ہے کہ شملہ کہاں پر چھوڑا تھا؛ تو راوی نے دونوں باتیں بیان کردی کہ پیچھے چھوڑا یا بائیں کندھے پر چھوڑا۔

حاشیہ شمائل میں لکھا ہے کہ:فمن ههنا قیل ان السدل فی جانب الیسار بدعة(۳)

شمائل کے حاشیہ میں احتمال کے درجے بائیں جانب شملہ لٹکانے کو بدعت لکھا ہے؛ مگر بدعت ہونے پر کوئی حتمی اور دوٹوک بات نہیں کہی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

پیٹھ اور سینے پر (آگے اور پیچھے)

---

(۱) تحفۃ الالمعی ،ابواب اللباس ،باب سدل العمامة بین الکتفین ،۵/۵۰۷

(۲) نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۲/۱۰۷

(۳) حاشیہ شمائل ترمذی :۸

علامہ کتانی رحمۃ اللہ لکھا ہے کہ: ویحتمل:أن السدل سنة وراء وامام؛ انما یسن لمن أراد ارخاء طرفیها وامامن اقتصرعلی طرف فالافضل له بین الکتفین ثم المنکب. (۱)

اس بات کا احتمال ہے کہ: شملہ آگے اور پیچھے لٹکانا سنت ہے اس آدمی کے لئے جو دو شملے چھوڑے اور جس نے ایک پر اکتفا کیا اس کے لئے افضل طریقہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے، پھر کندھے پر۔

قال ابن رسلان: فی[شرح السنن]عند ذکرحدیث عبد الرحمن ؛وهی اللتی صارت شعار الصالحین المتمسکین بالسنة یعنی ارسال العمامة علی الصدر. (۲)

ابن رسلان رحمۃ اللہ نے شرح السنن میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ سینے پر شملہ چھوڑنا صالحین اور متبعین سنت کا شعار ہے۔

شملے کا استعمال بطور تحنیک

کیا تحنیک العمامۃ سنت ہے؟

عمامہ میں ایک بحث تحنیک کی ہے، تحنیک سے یہ نہ سمجھ لیا جائے جو نومولود بچے کے حقوق میں شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ: حدیث پاک میں ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا :ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان یو تی بالصبیان،

(۱) الدعامہ

(۲) نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۲/۱۰۷

فیبرک علیهم ویحنکهم. (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: لوگ اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا کرتے تھے تو آپ انکے لئے برکت کی دعا فرماتے تھے اور تحنیک فرماتے تھے۔

مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ تحنیک کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ: کھجور یا ایسی ہی کوئی چیز چبا کر بچے کے تالو پر مل دیں اور لعاب دہن اسکے منہ میں ڈال دیں جو خیر و برکت کا باعث ہو اس عمل کو تحنیک کہتے ہیں۔ (۲)

بلکہ تحنیک سے یہاں مراد عمامہ کے شملے کو تھوڑی اور داڑھی کے نیچے سے لپیٹ لینا جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ اور ابراھیم بیجوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

وهو تحديق الرقبة وما تحت الحنك واللحية ببعض العمامة(۳)

عمامہ سے گردن، ٹھوڑی اور ڈاڑھی کو گھیر لینا

تحنیک کو تلحی بھی کہتے ہیں۔

وفی القاموس تحنک :ادار العمامة من تحت حنكه.

وفی الصحاح :التحنک والتلحی:وهو ان تدير العمامة من تحت الحنک .

---

(۱) مسلم بحوالہ مشکوۃ ۳۶۲

(۲) معارف الحدیث حصہ ششم، ص:۴۰

(۳) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاشیہ جمع الوسائل ۲۰۳ المواهب اللدنيه باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۹۹

تحنک: پگڑی کوٹھوڑی کے نیچے لاکر باندھنا(۱)

تحدیق: گھیرلینا

حنک ب (فتح الحا): تالو،ٹھوڑی

رقبۃ: گردن

قاضی شوکانی صاحب نے اس پر بڑا طویل کلام کیا ہے،ہم اس کو یہاں نقل کرتے ہیں:

وقال ابن الأثیر رحمہ اللہ في النهاية في حديث انه صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن الاقتعاط وأمر بالتلحي قاضی شوکانی صاحب نے الاثیرؒ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتعاط سے منع فرمایا اور تلحی کا حکم دیا۔

اقتعاط کی تعریف:أن لايجعل تحت الحنک من العمامةشئی.(اقتعاط کہتے ہیں عمامہ کے شملے کوٹھوڑی کے نیچے نہ لپیٹنا)

تلحی کی تعریف:جعل بعض العمامة تحت الحنک.(تلحی کہتے ہیں: عمامہ کے شملے کوٹھوڑی کے نیچے لپیٹنے کو)

قاموس میں یہی تعریف لکھی ہوئی ہے،ابن قتیبہ اور ابوبکر طرطوشی نے بھی یہی تعریف بیان کی ہے۔

هكذا في [القاموس]،كذا قال ابن قتيبة،وقال الامام ابوبكر الطرطوشي:اقتعاط العمائم هوالتعميم دون حنک وهوبدعة منكرة وقد شاعت في بلاد الاسلام،ٹھوڑی کے نیچے لپیٹے بغیر عمامہ باندھنا اقتعاط کہلاتا

(۱) مصباح اللغات:۱۸۰،مادہ:حنک

ہے۔

وفی الحدیث: النهی عن العمامة المقعطة .(بفتح القاف وتشدید العین المهملة)قال ابو عبید فی الغریب :المقعطة التی لا ذوابة لها و لاحنک. حدیث میں مقطعہ عمامہ سے منع وارد ہوا ہے اور مقطعہ کے معنی ابوعبید نے کہا کہ ایسا عمامہ جس میں شملہ نہ ہو یا پھر شملہ ہو مگر تحنیک نہ کی گئی ہو۔

قیل: المقعطة عمامة ابلیس ، کہا گیا کہ مقطعہ ابلیسی عمامہ ہے

قیل: عمامة اهل الذمة کہا گیا کہ ذمیوں کا عمامہ ہے

ورد النهی عن العمامة التی لیست محنکة ولا ذوابة لهافالمحنکة من حنک الفرس اذا جعل له فی حنکه الأسفل ما یقوده به هذا معنی کلام ابن رسلانؒ.

تحنیک اور شملے کے بغیر عمامے سے منع کیا گیا ہے،''محنکہ''حنک الفرس سے ماخوذ ہے،اس لئے کہ گھوڑے کے منہ میں رسی ڈال کر ہانکتے ہیں کذا ذکره ابو عبید فی الغریب .

فی حدیث: انه ﷺ أمر بالتلحی ونهی عن الاقتعاط. أن المقطعة: هی اللتی لم یجعل منها تحت الحنک ،

وقال الجوهری فی [الصحاح]:الاقتعاط شدالعمامة علی الراس من غیرادارة تحت الحنک،والتلحی تطویف العمامة تحت الحنک ،وهکذا فی [القاموس]،وکذاقال ابن قتیبة رحمہ اللہ .

جوہری رحمہ اللہ نے کہا کہ اقتعاط :ٹھوڑی کے نیچے لپیٹے بغیر سر پر عمامہ

باندھنا ہے اور تلحی: عمامہ کو تھوڑی کے نیچے لپیٹنا ہے۔قاموس میں بھی اسی طرح لکھا ہے،قتیبہ نے بھی یہی کہا ہے۔

وقال ابن حبیب: فی کتاب الواضحة :أن ترک الالتحاء من بقایا عمائم قوم لوط.

تلحی نہ کرنا قوم لوط کی نشانی ہے۔

وقال القاضی عبد الوهاب فی کتاب [المعونة] له:ومن المکروه ما خالف زی العرب واشبه زی العجم کالتعمم بغیر حنک .

قاضی عبد الوہاب نے معونہ میں لکھا ہے،عربی طرز کی مخالفت اور عجمی طرز کی مشابہت مکروہات میں سے ہے جیسے:تحنیک کے بغیر عمامہ پہننا۔

وقال القرافی :ما أفتی مالک حتی أجازه اربعون محنکا،قرافی کہتے ہیں کہ:امام مالک رحمہ اللہ نے فتوی نہیں دیا؛مگر چالیس لوگوں نے تحنیک کر کے اس کو جائز قرار دیا۔

وقد روی التحنک عن جماعة من السلف. سلف کی ایک جماعت سے تحنک مروی ہے۔

وروی النهی عن الاقتعاط عن جماعة منهم.اور سلف کی ایک جماعت سے اقتعاط ممنوع ہے۔

وکان طاؤس والمجاهد یقولان :ان الاقتعاط عمامة الشیطان فینظر فی مانقله ابن رسلان عن أبی عبید من أن المقطعة هی اللتی لا ذؤابة لها. حضرت طاؤس رحمہ اللہ اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: اقتعاط شیطانی عمامہ ہے،ابن رسلانؒ نے ابو عبیدؒ سے مقطعہ کی تعریف میں یہ نقل کی کہ بغیر

شملے کے عمامے کو مقطعہ کہتے ہیں (۱)

سیرۃ الشامیہ میں ہے کہ آپ ﷺ اور سلف صالحین نے عمامہ کو تحنیک کے ساتھ پہنا ہے، امام مالک ؒ کہتے ہیں: میں نے مسجد نبوی ﷺ میں نیک و برگزیدہ ستر لوگوں کو تحنیک کے ساتھ دیکھا ہے ۔أدرکت فی مسجد رسول اللہ ﷺ سبعین محنکا وان احدھم لو ائتمن علی بیت مال لکان بہ أمینا ،وفی روایۃ: لو استسقی الناس بہ القطر لسقوا.(۲)

وسئل مالک رحمہ اللہ :عن الذی یعتم بالعمامۃ ولا یجعلھا من تحت حلقہ. فأنکرھا ،وقال: ذلک من عمل النبط ،ولیست من عمۃ الناس الاأن تکون قصیرۃ لا تبلغ ،أویفعل ذلک فی بیتہ،أوفی مرضہ،فلاباس بہ(۳)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بغیر تحنیک کے عمامہ باندھنا کیسا ہے؟ تو آپ نے ناپسند فرمایا، اور کہا کہ: یہ نبطیوں کا طریقہ ہے، انسانوں کا نہیں ،البتہ کوئی مریض ہو یا گھر میں ہو یا شملہ اتنا چھوٹا ہو کہ حلق کے نیچے تک لیجانا ممکن نہ ہو تو تحنیک نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابن طاؤس عن أسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ :کان یکرہ أن یعتم الا أن یجعل تحت لحیتہ وحلقہ من العمامۃ.(۴)

(۱) نیل الاوطار، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس القمیص ۱/۱۱۱

(۲) الدعامۃ:۶۷

(۳) عمدۃالقاری ۱۰ /۱۹۷، کتاب اللباس ،باب العمائم

(۴) مصنف بن ابی شیبۃ ۱۲/ ۵۴۵،کتاب اللباس ،من کان یعتم بکور واحد،رقم: ۲۵۴۹۱

حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ بغیر تحنیک کے عمامہ کو ناپسند کرتے تھے،

لا یسن تحنیک العمامة عند الشافعية، واختار بعض الحفا ظ ما علیه اکثرون أنه یسن (۱)

شوافیوں کے نزدیک تحنیکِ عمامہ سنت نہیں ہے، بہت سارے حفاظ اس کی سنیت کے قائل ہیں۔

تحنیک عمامہ کے فوائد

عمامہ کے شملے کو گردن اور ٹھوڑی پر لپیٹ کر پہننے کو کئی سارے حضرات نے عمدہ اور مفید طریقہ بتایا ہے۔

وأطالوا فی الاستدلال له بمارد علیهم وممن جری علی ندبها ابن القیم، وقد جاء: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدخل عمامته تحت حنکه لمافیه من الفوائدالتی منها انها تقی العنق الحر والبرد وتثبتها عند رکوب الخیل وغیرها وتغنی عما اتخذه کثیرون من کلالیب عوضا من الحنک وهذه اللبسة أنفع اللبسات وأبعدها من التکلف والمشقة(۲)

جنہوں نے تحنیک العمامہ کا انکار کیا ہے، ان کے خلاف بہت سارے دلائل تحنیک کی تائید میں پیش کیے ہیں، ابن قیم رحمۃ اللہ نے اس کو مستحب کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تحنیک کے ساتھ عمامہ استعمال کیا ہے، کیوں کہ اس

---

(۱) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاشیه جمع الوسائل ۲۰۳، المواهب اللدنیه باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۹۹

(۲) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاشیه جمع الوسائل ۲۰۳

میں بہت سارے فائدے ہیں۔ مثلاً: گرمی اور سردی سے گردن کی حفاظت ہوتی ہے،سوار ہونے کی حالت میں یا اٹھنے بیٹھنے میں عمامہ کے گرنے کا خوف نہیں ہوتا اور نیز عمامہ کو مضبوط بٹھانے کے لئے کانٹے پروتے ہیں اس سے بھی تحسنیک بے نیاز کردیتا ہے، یہ نفع بخش طریقہ ہے اور تکلف اور مشقت سے خالی ہے۔

اس کو زیادہ سے زیادہ مستحب کہہ سکتے ہیں جیسا کہ علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے وهو مستحب ومندوب أيضا (۱)

شملہ کی جگہ سے متعلق علامہ مناویؒ وکتانیؒ کا کلام

علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے شملہ پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا افضل لکھا ہے، پھر دائیں طرف پھر بائیں طرف، بائیں طرف بعض صوفیا پسند کرتے ہیں کیوں کہ وہ قلب کا محل ہے اس سے تعلق مع اللہ میں یکسوئی ملتی ہے یہ ایسی چیز ہے جو قابل تعریف ہوسکتی ہے۔

وقد استفدنا من الحديث أن العذبة سنة ،لأن السنة في ارسالها اذا اخذت من فعله له فأولى أن تؤخذسنة أصلها من فعله لها ثم ا رسالها بين الكتفين أفضل منه على الأيمن لأن ا لحديث الأول أقوى وأصح ،واما ارسال الصوفية لها على الجانب الأيسر ؛ لكونه جانب القلب فيتذكر تعريفه مماسوى الله ربه فهو شئى له استحسنوه وكان حكمة سنها مافيها من تحسين الهيئة . (۲)

علامہ کتانی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ: شملہ لٹکانے کی جگہ سے متعلق احادیث

---

(۱) الدعامة :۶۸

(۲) شرح الشمائل للمناویؒ باب ماجاء في صفة عمامة النبی ﷺ حاشيه جمع الوسائل ۲۰۳

مختلف ہیں بعض میں اس کی جگہ دونوں کندھوں کے درمیان ہے، بعض میں بائیں مونڈھے پر اور بعض میں دائیں مونڈھے پر اور بعض میں آگے اور پیچھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان میں سے جو بھی طریقہ اپنایا جائے سنت کا ثواب مل جائے گا؛ لیکن اولی دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے، آپ ﷺ نے اسی طرح پہنا تھا جیسے مسلم کی صحیح حدیث میں ہے۔

اختلفت الاحادیث المتقدمة فی محل ارخائها، ففی بعضها بین الکتفین وفی بعضها علی الکتف الأیسر وفی بعضها علی الأیمن وفی بعضها بین الیدین ومن خلف قال بعضهم وهذا الاختلاف یدل علی حصول السنة بذلک کله لکن الأولی والأفضل بین الکتفین لأنه الذی فعله علیه الصلوة والسلام لنفسه کمافی حدیث مسلم وغیره. (۱)

شملہ سے متعلق مفتی سعید احمد پالنپوری مدظلہ کا کلام

پگڑی بغیر شملے کے باندھنا بھی درست ہے اور شملے کے ساتھ بھی، پھر ایک شملہ رکھنا بھی درست ہے اور دو بھی۔ اور اس کی مقدار کم از کم ایک بالشت اور زیادہ سے زیادہ کمر تک ہونی چاہئے، اس سے لمبا شملہ جر ثوب کے دائرے میں آتا ہے (۲)

شملہ سے متعلق حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا جامع کلام

(۱) الدعامة لمعرفة أحکام سنة العمامة. ص: ۵۴

(۲) تحفۃ الالمعی، ابواب اللباس، باب سدل العمامۃ بین الکتفین، ۵/۶۰۷

حضرت مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ شملہ کے بارے میں مختلف رہی ہے، شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتی کے بعض علما نے یہاں تک لکھ دیا کہ بغیر شملہ کے باندھنا ثابت ہی نہیں: لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے اور شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے، اور کبھی آگے دائیں جانب کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے، کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقے پر چھوڑ لیتے تھے، علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ ثابت اگر چہ سب صورتیں ہیں؛ لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔ (۱)

بین کتفیہ (دونوں مونڈھوں کے درمیان) کی افضلیت کی ایک وجہ

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ سے منسوب کرتے ہوئے ایک عجیب اور عمدہ بات لکھی ہے: وكان شيخنا ابو العباس ابن تيميه قدس الله روحه في الجنة يذكر سبب الذؤابة شيئا بديعا . (۲)

وہ عجیب بات یہ ہے کہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھانے کے لئے دیر سے تشریف لائے، یہاں تک قریب تھے کہ سورج کی ٹکیہ کو دیکھ لیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے نکلے، اور اقامت کہی گئی، پس آپ نے نماز پڑھی، مختصر نماز پڑھی، پھر جب سلام پھیرا

(۱) خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، باب، عمامہ

(۲) زاد المعاد، فصل في ملابسه صلی اللہ علیہ وسلم، ۵۲

تو زور سے آواز دی، اور ہم سے فرمایا: ''اپنی صفوں میں رہو جیسے ہو'' پھر آپ ہماری طرف مڑے اور فرمایا: ''سنو! میں آپ لوگوں سے وہ بات بیان کرتا ہوں جس نے مجھے فجر کی نماز سے روک لیا، میں رات میں اٹھا، وضو کیا، اور جتنی میرے مقدور میں تھی نماز پڑھی، پھر میں نماز میں اونگھنے لگا یہاں تک کہ میں بوجھل ہو گیا یعنی نیند گہری ہو گئی، پس اچانک میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا، اللہ نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں! اے میرے رب! اللہ نے دریافت کیا: ملأ اعلیٰ کس معاملے میں گفتگو فرما رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں اللہ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں نے اللہ پاک کو دیکھا، اللہ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ میں نے اللہ کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی ، پس میرے لئے ہر چیز واضح ہو گئی یعنی ملأ اعلیٰ کی پوری گفتگو واضح ہو گئی اور میں نے جان لیا (کہ ملأ اعلیٰ کس مسئلہ میں گفتگو کر رہے ہیں) پھر اللہ نے فرمایا: اے محمد! میں عرض کیا: حاضر ہوں اے میرے رب! اللہ نے دریافت کیا: کس بارے میں ملأ اعلیٰ گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: کفارات (گناہ مٹانے والے کاموں کے بارے) میں (گفتگو کر رہے ہیں) اللہ نے دریافت کیا: وہ کام کیا ہیں؟ میں عرض کیا: ا۔ پیروں سے چل کر جماعت میں شریک ہونا۔ ۲۔ نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھنا۔ ۳۔ ناگواریوں کے باوجود وضو مکمل کرنا.... اللہ نے دریافت کیا: پھر کن باتوں میں (گفتگو ہو رہی ہے)؟ میں ے عرض کیا: درجات میں (درجات بلند کرنے والے کاموں میں گفتگو ہو رہی ہے) اللہ تعالیٰ نے پوچھا: وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: ا محتاجوں کو کھانا کھلانا۔ ۲۔ لوگوں سے نرم بات کرنا۔ ۳۔ اور رات میں تہجد

کی نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں.....اللہ نے فریا: آپ دعا مانگیں، پس میں نے دعا مانگی:

اللھم انی أسئلک فعل الخیرات ،وترک المنکرات ،وحب المساکین ،وأن تغفرلی وترحمنی ،واذاأردت فتنة فتوفنی غیر مفتون ،وأسئلک حبک وحب من یحبک وحب عمل یقرب الی حبک .

ترجمہ: اے اللہ بیشک میں آپ سے سوال کرتا ہوں نیکی کے کام کرنے کا، اور منکرات کو چھوڑنے کا، اور غریبوں سے محبت کرنے کا، اور اس بات کا کہ آپ میری مغفرت فرمائیں، اور مجھ پر مہربانی فرمائیں، اور جب آپ کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہیں تو مجھے اٹھالیں درآں حالے کہ میں آزمائش میں مبتلا نہ کیا گیا ہوں، اور میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور ان لوگوں کی محبت مانگتا ہوں جو آپ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی محبت سے قریب کردے ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پس یہ دعا برحق ہے یعنی بہت قیمتی ہے، پس اس کو پڑھو، پھر اس کو سکھلاؤ" (۱)

اللہ تعالی نے اپنی ہتھیلی آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اللہ کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی ۔شاید اسی وجہ سے اس جگہ کی عظمت و برکت وعزت کے اظہار کے لئے شملہ اس جگہ پر چھوڑا ہو۔

فمن تلک الحال أرخی الذؤابة بین کتفیه.

---

(۱) الترمذی ،رقم الحدیث ۳۲۳۵

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا منفرد نکتہ

آگے علامہ فرماتے ہیں: ولم أر هذه الفائدة فی اثبات الذؤابة لغيره(۱)

اس جملے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اگر اس مقولے کا قائل علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کو مانا جائے اور ''غیرہ ''میں ''ہ'' کا مرجع شیخ الاسلام کو بنایا جائے؛ تو مطلب یہ ہوگا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جو فائدہ حدیث کی روشنی میں قیاس کیا ہے، یہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی فقاہت اور علمِ حدیث پر گہری نظر تھی کہ آپ نے ایسی عمدہ بات کہی ہے، جو دوسروں کے حصے میں نہیں آئی۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے جب اس مقولے کا قائل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو مانا جائے اور ''غیرہ ''میں ''ہ ''کی ضمیر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائی جائے؛تو مطلب یہ ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شملہ اس لئے رکھا تھا کہ وہ مقام دستِ الٰہی سے مس کیا ہوا ہے ،اس کی عزت واحترام میں اس جگہ شملہ چھوڑا ہوا تھا ،جیسا کہ ہر متبرک اور قابل احترام شئی کے ساتھ اعزازی معاملہ کیا جاتا ہے،تو شملہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں شمار ہو گی اور دوسروں کو شملے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا ،اگر یہ مطلب مراد لیا جائے تو ظاہر ہے کہ عمامہ پہننے والے کو شملے کی ضرورت نہیں رہے گی کیوں کہ شملہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص فائدے کے لئے باندھا تھا یہ ایسا فائدہ ہے جو کسی کو حاصل نہیں ، یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے منفرد نکات میں شمار ہو گا ؛البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ

---

(۱) زاد المعاد فصل فی ملابسہ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۲

آپ ﷺ نے شملہ رکھا تھا بس یہی بات ہمارے لئے کافی ہے کہ ہم اتباع نبوی ﷺ کے جذبے سے اس پر عمل کریں۔

اہل سنت کا عقیدہ

نوٹ: اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: فوضع یده بین کتفی ،حتی وجدت بردأنامله بین ثدی. (اللہ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھی، یہاں تک کہ میں نے اللہ کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس کی)

اس میں اللہ کے ہاتھ کا ثبوت ہے اس سے متعلق اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے اللہ کے اپنے شایان شان ہاتھ ہیں جن کی کیفیت معلوم نہیں، اللہ کے ہاتھ ہونے پر ہمارا ایمان ہے ،اللہ نے اپنے لیے کئی ساری صفات بیان کی ہے ،مثلاً: چہرہ، نفس، آنکھ، کان وغیرہ جو بھی صفات ہو جس کو اللہ نے یا اس کے پیغمبر برحق ﷺ نے بیان کی ہے خواہ وہ ذاتی صفات (حیات، قدرت، علم، کلام ،سمع ،بصر ،ارادہ) ہو یا فعلی (تخلیق ،ترزیق، انشاء، ابداع، صنع، احیاء، افناء، اثبات وغیرہ) ہو۔ ہم ان تمام پر ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں بغیر کسی تحریف (بدلے بغیر) تعطیل (نفی کئے بغیر) تکییف (کیفیت بیان کئے بغیر) تمثیل (کسی سے تشبیہ یا مثال دئے بغیر) ہم ان تمام چیزوں کو مانتے ہیں ،اور کہتے ہیں لَيسَ كَمِثْلِهِ شَئٌ (۱) اس کے مثل کوئی چیز بھی نہیں، کسی سے نہ اس کو تشبیہ دی جا سکتی ہے اور نہ اس کو کسی چیز پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

قاضی شوکانی صاحب نے دونوں کندھوں کے درمیان کو مستحب بتایا ہے۔

(۱) الشوری: ۱۱

(والحدیث)ایضا یدل علی استحباب ارخاء العمامة بین الکتفین (۱)

عمامہ میں غیروں کی مشابہت حرام ہے

دینِ اسلام ایک امتیازی دین ہے اس دین میں جو راستہ بتایا گیا، وہی برحق ہے، وہی سر بلندی اور کامیابی کی ضمانت دیتا ہے، اس کے برخلاف دوسرے طریقے سراسر گمراہی اور پستی کی طرف لے جانے والے ہیں؛ اس لئے ضروری ہے کہ ہر وہ طریقہ جو اسلام میں نہیں ہے، مگر غیروں نے اسے اپنایا ہوا ہے تو اس طریقے کو چھوڑ دینا؛ بلکہ اس کی مشابہت سے بچنا بھی واجب اور ضروری ہے، عمامے میں بھی غیروں کے بعض طریقے رائج ہو گئے ہیں، علماء نے مشابہت کی بنیاد پر اس سے اجتناب برتنے کی ہدایت دی ہے۔

سوال: حضرت! میرا دوست جمعہ کے دن سفید یا کالا عمامہ پہنتا ہے، اس سے کسی نے کہا کہ: ''تم کب سے بریلوی بن گئے ہو؟'' کیا عمامہ باندھنا بریلوی ہونے کی علامت ہے؟

جواب: سفید یا سیاہ عمامہ پہن سکتے ہیں؛ البتہ شیعوں کے ساتھ مشابہت ہو تو سیاہ نہ پہنا جائے۔(۲)

ہمارے ملک ہندوستان میں گرونانک کے پیروکار سکھ لوگ بھی دستار سر پر رکھتے ہیں، مگر شملہ نہیں لٹکاتے اس طرح ان کے دستار باندھنے کا طریقہ بھی الگ ہے، ان کی طرح عمامہ باندھنا کہ دیکھنے والا شبہ میں پڑ جائے ناجائز اور حرام ہے۔

---

(۱) نیل الأوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۱۰۷/۲

(۲) آپ کے مسائل اوران کا حل ،لباس ،۳۵۵/۸

اسی طرح راجھستانی لوگ بھی دستار رکھتے ہیں ان سے مشابہت کسی بھی طرح ہو ناجائز ہے۔علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے شیعہ فرقے کے فقہا کے عمامہ کا طریقہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ: اس طریقے سے اجتناب ضروری ہے،شیعہ امامیہ فقہا،عمامہ کا شملہ بڑا چھوڑ کر اس کا کچھ حصہ آگے اور کچھ پیچھے چھوڑ لیتے ہیں۔

ويحتمل أنه أرسل أحد الطرفين من بين يديه ثم رده من خلفه ، فصار الطرف الواحد بعضه بين يديه وبعضه من خلفه كما يفعل كثير وصار اليوم شعار الفقهاء الاماميه فينبغي تجنبه لترك التشبيه بهم. (١)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتھم نے لکھا ہے: پہلے روافض بائیں کندھے سے سینے پر شملہ ڈالتے تھے؛مگر اب ان کا یہ شعار نہیں رہا اس لئے یہ بھی درست ہے(۱)

اور جو بھی طریقہ کسی بھی غیر مسلم جماعت کے لئے امتیاز کا درجہ رکھتا ہو،وہ طریقہ اپنانے کی قطعا اجازت نہیں ہوگی۔

تشبہ اور مشابہت میں فرق

البتہ ایک چیز کا فرق ذہن میں رہے تو مشابہت کی حقیقت سمجھنے اور اس مسئلے پر کاربند ہونے میں مدد ملے گی،وہ یہ ہے کہ:حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ادام اللہ

---

(١) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء فی صفة عمامة النبی ﷺ حاشیه جمع الوسائل ٢٠٦

(٢) تحفة الالمعی ،ابواب اللباس،باب سدل العمامة بین الکتفین ،٥/٧٠

ظلالہ نے لکھا ہے کہ: تشبہ اور مشابہت میں فرق ہے اس کو سمجھ لینا چاہئے، ''تشبہ'' اسے کہتے ہیں کہ باقاعدہ قصد واختیار سے آدمی دوسری ملت والے کے مشابہ بننے کی کوشش کرے؛ تاکہ میں ان جیسا نظر آؤں۔ یہ تو ناجائز اور حرام ہے۔ اور دوسری چیز ''مشابہت'' وہ یہ ہے کہ ان جیسا بننے کا قصد اور ارادہ تو نہیں تھا؛ لیکن اس لباس کے ذریعے بلا قصد ان کے ساتھ مشابہت ہوگئی، یہ مشابہت حرام تو نہیں ہے؛ البتہ مکروہ تنزیہی ہے، اس لئے حتی الامکان مشابہت سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔(۱)

ایک اشکال اور اس کا جواب

عمامے کی احادیث میں آپ ﷺ کے دخول مکہ کا ذکر ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس وقت آپ عمامے تھے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ خود پہنے ہوئے تھے، ان دونوں میں کونسی بات صحیح ہے؟

عن جابر رضی اللہ عنہ قال :دخل النبی ﷺ مكة يوم الفتح عليه عمامة سوداء.(۲)

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ :أن رسول الله ﷺ دخل مكة عام الفتح وعلى راسه المغفر.(۳)

ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہورہا ہے حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ کے سر پر کالی پگڑی تھی۔ اور حضرت انسؓ کی حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ اس وقت آپ خود پہنے ہوئے تھے۔ اس تعارض کے دفعیہ کے

(۱) درس ترمذی، ابواب اللباس، ۵/۳۳۱

(۲) شمائل ترمذی، باب ما جاء فی عمامة النبی ﷺ

(۳) شمائل ترمذی، باب ما جاء فی عمامة النبی ﷺ

لئے حضرت مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب رحمۃ اللہ رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث بظاہر گذشتہ باب کی روایت کے خلاف ہے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پہنے ہوئے مکہ مکرمہ میں تشریف لے جانا وارد ہوا ہے لیکن حقیقۃ کوئی اختلاف نہیں ،اس لئے کہ خود پر عمامہ ہونے میں کوئی بعد نہیں دونوں روایتیں بسہولت جمع ہوسکتی ہیں ،بعض علماء نے لکھا ہے کہ داخلہ کے وقت تو خود سر مبارک پر تھی اس کے بعد متصلا ہی عمامہ باندھ لیا تھا چونکہ وہی وقت تقریبا تھا اس لئے اس روایت میں داخلہ کا وقت کہا گیا ،بعض علما نے لکھا ہے کہ لوہے کی ٹوپی کی اذیت کی وجہ سے اس کے نیچے عمامہ باندھ رکھا ہوگا۔(۱)

اور یہ بھی ممکن ہو کہ حضرت انس بن مالک ؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہوتے ہوئے خود کی حالت میں دیکھا اور جابر رضی اللہ عنہ نے عمامہ کی حالت میں دیکھا؛ کیونکہ خود والی روایت میں ہے کہ **علی راسہ المغفر فلما نزعہ جاء رجل** کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کے سر پر خود تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار دیا۔

فتح مکہ ایک عظیم غزوہ کے درجہ رکھتا ہے جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو ایک غازی اور مجاہد کی حیثیت سے خود سر پر رکھے ہوئے تھے ،جب مکہ فتح ہوگیا اور لوگوں کے لئے امن عام کا اعلان کیا جارہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ زیب تن کیا اور صحابہ ان دونوں حالتوں کو دیکھا اور اسی کو بیان کیا ہے ۔

ایک پھیرے میں عمامہ تیار

عمامے کے لئے لمبا چوڑا کپڑا ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی کئی پھیروں کی

(۳) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی باب عمامہ کا ذکر

ضرورت ہے، قاضی شریح ؒ کو ایک پھیرے میں عمامہ پہنتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

عن اسماعیل بن خالد رحمہ اللہ قال: رأیت شریحا یعتم بکور واحد. (۱)

حضرت اسماعیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت شریح رحمہ اللہ کو عمامہ پہنے دیکھا وہ ایک پھیرے میں تھا۔

عمامہ نہ ہو تو پٹی ہی باندھ لیں..

عمامہ کے لئے کپڑا ہونا بھی ضروری نہیں ہے، کپڑے کی جگہ اس جیسی پٹی یا اس طرح کی کوئی بھی شئی باندھ لینے سے بھی عمامہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔

جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے [توثیق العری] کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

وربمالم تکن العمامة فیشدالعصابه علی راسه وجبهته (۲)

جب کبھی عمامہ نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پٹی اپنے سر اور پیشانی پر باندھ لیتے تھے،

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیه عصابة دسماء. (۳).

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سر مبارک پر چکنی پٹی تھی۔

اس حدیث کے ضمن میں حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ

---

(۱) مصنف بن ابی شیبة ، کتاب اللباس ، فی العمائم السود، ۱۲/ ۵۴۴، رقم: ۲۵۴۸۸

(۲) الحاوی للفتاوی، کتاب الصلوة، باب اللباس ۱/ ۷۲

(۳) شمائل ترمذی ، باب ما جاء فی عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجہ ہے اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی، اس لئے اس پٹی کا چکنا ہونا بھی قرینہ قیاس ہے۔ بعض علما نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے، اور بعض نے چکنی پٹی کا اور دونوں صحیح ہیں اور لفظ بھی دونوں کو متحمل ہے اور قول بھی دونوں کے موافق ہے۔(۱)

عن ابی صخرة رحمہ اللہ قال رأیت علی عبد الرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ عصابة سوداء.(۲)

حضرت ابو صخر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد الرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ پر سیاہ پٹی عمامہ کی طرح دیکھی۔

عربوں کا رومال (کیا عمامے میں شامل ہے؟)

مندرجہ ذیل فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب حضرات جو رومال پٹی لگا کے سر پر رکھتے ہیں، وہ بھی عمامہ میں داخل ہے، اور عمامہ کی تعریف میں وہ بھی شامل ہو جاتی جیسا کہ لغوی واصطلاحی تعریف میں گذرا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[:مسند دیلمی] کی روایت ہے کہ **العمائم وقار المومن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمها فقدخلعت عزها(۳) وکذا للبیهقی بلفظ الترجمة بزیادة: واعتموا تزدادو احلما.(۱)**

---

(۲) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

(۳) مصنف بن ابی شیبة ۱۲/ ۵۳۹، کتاب اللباس، فی العمائم السود، رقم: ۲۵۳۶۱

(۳) فیض القدیر، حرف العین، ۱۵/۵، ۷

عمامہ مومن کی شان ہے اور عرب کی عزت ہے، جب عرب اپنا عمامہ اتار دیں گے، تو عزت بھی چلی جائے گی۔

سوال: (۲۹۷) تولیہ یا رومال بجائے عمامہ کے باندھ کر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں اور تولیہ، ٹوپی پر باندھنا مکروہ ہے یا نہیں اور اس سے نماز پڑھانا مکروہ ہے یا نہیں، اور یہ اعتجار ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص اس پر طعن کرے اور الفاظِ جاہلانہ توہین کے کہے؛ تو اس کو عتاب ہونا چاہئے یا نہیں۔

الجواب: تولیہ ورومال ٹوپی پر باندھنا مکروہ نہیں ہے، یعنی عمامہ کے طور پر باندھنا ۔اور نماز اس سے مکروہ نہ ہوگی ؛ بلکہ اطلاق عمامہ کا اس پر آوے گا اور باندھنے والا مستحق ثواب ہوگا یہ اعتجار مکروہ نہیں ہے۔عصابہ بمعنی عمامہ بھی آتا ہے اور پٹی جو سر پر باندھی جائے اس کو عصابۃ کہتے ہیں ۔**العصابة تاتی بمعنی العمامة کما فی [القاموس] و[شرح شمائل للقاری رحمہ اللہ].**

عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت منقول ہے کہ آپ کے پاس دو عمامے تھے ایک سات ذراع کا اور ایک بارہ ذراع کا؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی تحدید شرعا نہیں ہے، بقدر ضرورت ہونا کافی ہے۔جمع الوسائل شرح الشمائل لعلی القاری رحمہ اللہ میں ہے **وقال الشیخ الجزری فی [تصحیح المصابیح] قد تتبعت الکتب وتطلبت من السیر والتواریخ لاقف علی قدر عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم اقف. حتی أخبرنی من أثق به أنه وقف علی شئی من کلام النووی ذکر فیه أنه کان له صلی اللہ علیہ وسلم عمامة قصیرة وعمامة طویلة وأن القصیرة کانت**

(۱) المقاصد الحسنة ۲۹۸

سبعة ذراع والطويلة كانت اثنى عشر ذراعا۔الخ(۱)

ہندوستانی عرب نسلوں کوبھی عمامہ باندھنا چاہئے!

عمامہ مومن کی شان ہےاور عرب کی عزت ہے، جب عرب اپنا عمامہ اتار دیں گے،تو عزت بھی چلی جائے گی۔

حوالہ اوپر کے باب میں گذرا ہے،ہندوستانی عرب نسلوں میں سادات مقدم ہیں اس کے بعد قریشی برادری ہے پھر صدیقی،فاروقی ،عثانی،علوی،انصاری،بجلی،لبابین ،نوائط،موپلے اور تاملناد، گجرات،اور کیرل کے موجود عرب قبیلوں کوبھی اس حدیث کے مطابق عمامہ کاخصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

عمامہ کے اندر کپڑا رکھنا

عن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يكثر القناع كان ثوبه ثوب زيات .(۲)

ترجمہ:حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔

نوٹ:حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا اور نہ ہی کپڑوں میں جوں پڑتی تھی،نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا اور مکھی بھی آپ کے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔

قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرمبارک پر عمامہ سے

---

(۱) فتاوی دار العلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاوی مبوب مکمل، کتاب الصلوۃ،فصل فی شروط الصلوۃ،۲۱۶/۱،دارالاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی

(۲) شمائل ترمذی ،باب ما جاء في تقنع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔(۱)

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:ویعتجر اعتجارا قال: والاعتجار أن یضع تحت العمامة علی الراس شیئا(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے اوپر عمامہ کے نیچے کپڑا رکھتے تھے۔

عمامہ کے اوپر ٹوپی رکھنا

ٹوپی اور عمامہ پہننے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں پہلا طریقہ یہ کہ صرف ٹوپی پہن لے، دوسرا طریقہ یہ کہ صرف عمامہ پہن لے(بعض علما نے بغیر ٹوپی کے عمامہ پہننے کو خلافِ اولی قرار دیا ہے) تیسرا طریقہ یہ کہ عمامہ اور ٹوپی دونوں ایک ساتھ پہن لے، خواہ عمامہ سر پر اور ٹوپی عمامے پر یا ٹوپی نیچے اور عمامہ ٹوپی کے اوپر، جو بھی طریقہ اپنائے صحیح ہے۔

عن سلیمان بن ابی عبد اللہ قال:أدرکت المهاجرین الأولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمرو خضرو وصفر،یضع احدهم العمامة علی راسه ،ویضع القلنسوه فوقها ،ثم یدیر العمامة هکذا ،یعنی:علی کوره،لایخرجها من تحت ذقنه.(۳)

حضرت سلیمان بن ابو عبداللہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو کھردرے کپڑے کا سیاہ، سفید، لال، ہرا، اور پیلا عمامہ باندھے ہوئے دیکھا ،انہوں نے عمامہ سر پر اور ٹوپی عمامے پر رکھی ہوئی تھی۔عمامہ اس طرح لپیٹا تھا یعنی

---

(۱) خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

(۲) الحاوی للفتاوی، کتاب الصلوۃ،باب اللباس ۱/ ۲۷

(۳) مصنف بن ابی شیبة ۱۲/ ۵۴۵،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم: ۲۵۴۸۹

لپیٹا؛ مگر تھوڑی کے نیچے سے نہیں گھیرا تھا۔

عثیم بن نسطاس رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: رأیت سعید بن المسیبؒ یلبس فی الفطر والأضحی عمامة سوداء ویلبس علیها برنسا (۱)

حضرت سعید بن میسّب رحمۃ اللہ عیدین (عید الفطر وعید الاضحیٰ) کے لئے ایک سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، عمامہ کے اوپر برنس (وہ لمبی ٹوپی جو عرب میں پہنی جاتی تھی،)(۲) پہنتے تھے۔

عمامہ کے اندر ٹوپی رکھنا

قال میرک :وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس القلانس تحت العمائم ویلبس العمائم بغیر القلانس. (۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے اندر ٹوپی پہنتے تھے اور کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھ لیتے تھے۔

قال ابن الجوزی قال بعض العلماء: السنة أن یلبس القلنسوة والعمائم .(۴)

ابن جوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: بعض علما نے کہا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ ٹوپی اور عمامہ پہنے۔

---

(۲) ثلج الفؤاد فی لبس السواد، لجلال الدین السیوطیؒ

(۳) مصباح اللغات؛ ۵۸

(۴) جمع الوسائل،باب العمامة، ۲۰۷

(۴) جمع الوسائل،باب العمامة :۲۰۷

بغیرٹوپی کےعمامہ باندھنا (خلاف اولی)

سوال: عمامہ یا رومال کے نیچے ٹوپی رکھنا سنتِ مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ، اور بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ یا رومال باندھ کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا.

الجواب باسم ملهم الصواب.

اگرچہ بیانِ جواز کے لئے حضور اکرم ﷺ نے بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ استعمال فرمایا ہے؛ لیکن عام معمول عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھنے کا تھا، سلف صالحین اور بزرگانِ دین کا عمل بھی اسی پر رہا ہے، اس لئے بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا خلاف اولی ہے مکروہ نہیں، نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (۱)

کیا صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے؟ بغیر عمامہ کے....

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقاۃ میں امام جزری رحمۃ اللہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بغیر عمامے کے ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے: فأما لبس القلنسوة فهو زی المشرکین، ایک اور جگہ لکھتے ہیں فلبسها وحدها مخالف للسنة (۲) اور جمع الوسائل میں ہے کہ اما لبس القلنسوة وحدها فهو زی المشرکین (۳)

امام جزری رحمۃ اللہ نے اپنی مستدل اس حدیث کو بنایا ہے:

پہلی حدیث: عن ابی جعفر بن محمد بن علی بن رکانة عن ابیه ان رکانة صارع النبی ﷺ فصرعه النبی ﷺ قال

(۱) احسن الفتاوی، کتاب الحظر والاباحه ۸/۶۷

(۲) مرقاۃ، کتاب اللباس، رقم: ۴۳۴۰، جلد ۸/ ۱۴۸

(۳) جمع الوسائل، باب العمامة، ۲۰۷

رکانۃ: سمعت رسول الله ﷺ يقول: فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس (۱)

ترجمہ: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق کرنے والی چیز ٹوپیوں پر عمامہ باندھنا ہے۔

دوسری حدیث: وأخرج الديلمي عن ركانه بن عبد يزيدالمطلبي مرفوعا لا تزال امتي على الفطرة مالبسو العمائم على القلانس. (۲)

ترجمہ: حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت فطرت پر قائم رہے گی؛ جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے پہنتی رہے۔

پہلی حدیث کی شرح میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ٹوپی کے بغیر عمامہ باندھنا مشرکین کا طریقہ ہے؛ کیوں کہ مشرکین عمامے کے نیچے ٹوپی نہیں رکھتے ہیں۔ أن المشركين كانوا يعممون على رؤوسهم من غير أن يكون تحت العمامة قلنسوة ،ونحن نعمم على القلنسوة (۳).

وفي شرح الطيبي :الفارق بيننا انا نتعمم على القلانس ،وهم

(۱) ابوداؤد، کتاب اللباس ،باب فی العمائم، ۴/ ۳۴۰ رقم الحدیث: ۴۰۷۸.. ترمذی ۴/ ۲۱۷، کتاب اللباس ،باب العمائم علی القلانس، رقم الحدیث : ۱۷۸۴

(۲) الدعامۃ ص: ۷

(۳) بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد ۱۲/ ۱۰۵ رقم الحدیث: ۴۰۷۸

یکتفون بالعمائم.(۱)

قال ابن الجوزی رحمہ اللہ :والسنة أن یلبس القلنسوة والعمامة، اما لبس القلنسوة تحتهافهو زی المشرکین لخبر فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس واما لبس العمامة علی غیر قلنسوة فانها تحل. (۲)

ان احادیث کے مطالب طے کرنے کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہوا۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ نے ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ:ٹوپی اور عمامہ دونوں الگ لگ پہننا مسنون ہے،عمامہ کے نیچےٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہےاس حدیث کی بنیاد پر۔

ففی الخبر فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس واما لبس القلنسوہ وحدھا فھو زی المشرکین. (۳)

شیخ ابراھیم بیجوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حدیث کی بنیاد پرصرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے

قال ابن الجوزی رحمہ اللہ : قال بعض العلماء: السنة أن یلبس القلنسوة والعمائم، فاما لبس القلنسوةوحدها فھو زی المشرکین لما فی حدیث [ابی داؤد] و[التر مذی]من حدیث ابی رکانة انه قال

---

(۱) شرح الطیبی کتاب اللباس،۸/ ۲۲۹

(۲) شرح الشمائل للمناویؒعلی ھامش جمع الوسائل

(۳) المواھب اللدنیه ،باب ماجاء فی صفة عمامة النبی ﷺ

سمعت رسول الله ﷺ يقول فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس. (۱)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان جوزی رحمہ اللہ سے جو نقل کیا کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف ٹوپی پہننا، مشرکین کا طریقہ ہے

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ ،ابن الملک رحمہ اللہ وغیرہ شارحین نے بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ باندھنے کو مشرکین کا طریقہ بتلایا ہے اس حدیث کی بنیاد پر جس کا ذکر ابھی ہو اہے، آگے لکھتے ہیں :لكن قال ميرك :روى عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ كان يلبس القلانس تحت العمائم ،ويلبس عمائم بغير القلانس .ولم ير وانه ﷺ لبس قلنسوة بغير العمامة فتعين أن يكون هذا زى المشركين.

حضرت میرک شاہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ عمامہ ٹوپی کے ساتھ اور بغیر ٹوپی کے پہنا ہے صرف ٹوپی پہنے ہوں بغیر عمامہ کے ایسا نہیں دیکھا ہے، اس سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ صرف ٹوپی پر اکتفا کرنا مشرکین کا طریقہ ہے پھر آگے ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں لكن صار شعارا لبعض مشائخ اليمن والله اعلم بمقاصدهم ونياتهم یمن کے بعض مشائخ صرف ٹوپی پہننے کے عادی ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان کا ارادہ اور مقصد کیا ہے،

اب اس حدیث میں مشرکین کا طریقہ متعین کرنے میں دو قسم کی رائے ملتی ہیں

---

(۱) جمع الوسائل :۲۰۷

ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جو صرف ٹوپی پہننے کو مشرکین کا طریقہ بتاتے ہیں جن میں سر فہرست ملا علی قاری رحمۃ اللہ ، میرک شاہ رحمۃ اللہ ، علامی جزری رحمۃ اللہ ، شیخ ابراھیم بیجوری رحمۃ اللہ ہیں۔

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: نحن نتعمم علی القلانس وھم یکتفون بالعمائم ذکرہ الطیبیؒ وغیرہ من الشراح ،وتبعھما ابن الملک وسیاتی ماینافیہ۔(۱)

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ عمامہ بغیر ٹوپی کے باندھنا مشرکین کا طریقہ ہے ،ان میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ ،ابن الملک رحمۃ اللہ ،خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ وغیرہ محدثین ہیں۔

صرف ٹوپی پہننے کا ثبوت

علامہ مناوی رحمۃ اللہ نے شرح الشمائل میں عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی پہننے کو بھی جائز کہا ہے اور اور اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت بتایا ہے نیز یہ بھی فرماتے ہیں بعض لوگوں نے عمامہ کے بغیر صرف سفید ٹوپی کو اپنا شعار بنالیا ہے اور عمامے کو بالکلیہ ترک کردیا ہے،ان کے حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے بعض علما نے اس پر سخت نکیر کی ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو علماء بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہننے پر نکیر کیے ہیں ان کا مقصد اس سے ان کے زمانے میں لوگوں نے صرف ٹوپی پہننا مسنون سمجھ لیا اور عمامہ کو بالکلیہ ترک کردیا تھا ممکن ہے اس کی بنیاد پر اس حدیث کی تشریح اس انداز

(۱) مرقاۃ ،کتاب اللباس،رقم : ۴۳۴۰،جلد ۸/ ۱۴۸

سے کی ہو۔ ورنہ حدیث کا ظاہری مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے، کیوں کہ مشرکین بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں، جیسے سکھ اور راجھستانی لوگ ہیں کہ وہ ٹوپی نہیں پہنتے صرف دو پٹہ سر پر لپیٹ لیتے ہیں۔

لا باس بلبس القلنسوة اللابطة بالراس والمر تفعه المضربة وغيرها تحت العمامةو بلاعمامةلان ذلک کله جاء عن المصطفى وبذلک ايد بعضهم ما اعتد في بعض الاقطار من ترک العمامة من اصلها وتمييز علمائهم بطيلسان على قلنسوة بيضاء لكن الافضل على العمامة . (۱)

لیکن [زادالمعاد] میں ابن قیم رحمۃ اللہ نے اس بحث پر کچھ بھی کلام نہیں کیا، ٹوپی اور عمامہ سے متعلق تینوں طریقوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معمول بتایا ہے وہ لکھتے ہیں :وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة ،وكان يلبس القلنسوة بغير عمامة ويلبس العمامه بغير قلنسوة (۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دستار باندھتے تھے ٹوپی کے ساتھ اور بغیر ٹوپی کے، اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہنتے تھے۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے :وقد ذكر البارزی رحمۃ اللہ فی[تو ثيق عرى الايمان] له :ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم ،ويلبس القلانس

(۱) شرح الشمائل للمناوی باب ماجاء في صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاشيه جمع الوسائل: ۲۰۳

(۲) زاد المعاد فصل في ملابسه صلی اللہ علیہ وسلم ،ص: ۵۱

بغیر عمائم ،ویلبس العمائم بغیر قلانس ،ویلبس القلانس ذوات الآذان فی الحروب. (۱)

ترجمہ: آپ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے اور بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہنتے، کبھی صرف عمامہ پہنتے ٹوپی کے بغیر، اور جنگوں میں خود پہنتے تھے۔

وفی الجامع الصغیربروایة الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: کان یلبس قلنسوة بیضاء.(۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔

قال العزیزی اسنادہ حسن وفیه بروایة الرویانی وابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیرالعمائم،ویلبس العمائم بغیر القلانس وکان یلبس القلانس الیمانیة وهن البیض المجربة ویلبس القلانس ذوات الآذان فی الحرب وکان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بین یدیه وهو یصلی (۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ سفید یمنی ٹوپی پہنتے تھے۔

ولابی الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کان لرسول

---

(۱) الحاوی للفتاوی، کتاب الصلوۃ،باب اللباس ۱/ ۷۲

(۲) عون المعبود باب فی العمائم کتاب اللباس الجلد السادس:حصه،۱۱/ص:۸۶

(۳) عون المعبود باب فی العمائم کتاب اللباس المجلد السادس،حصه،۱۱/ص:۸۶

الله ﷺ ثلاث قلانس . (۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ کے پاس تین ٹوپیاں تھی۔

جلال الدین سیوطیؒ نے ٹوپی سے متعلق کئی احادیث نقل فرمائے ہیں، ان میں چند یہ ہیں۔

وروی البیهقی ایضا عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان یلبس قلنسوة بیضاء۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ آپ ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔

رویناه فی سداسیات الرازی من طریق رستم ابی زید الطحان قال: رأیت انس بن مالکؓ بالبصرة وعلیه قلنسوة بیضاء مضریة.

حضرت رستم طحان کہتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں دیکھا، آپ پر مضری (ایک قبیلہ کا نام) یا نقش ونگار والی سفید ٹوپی تھی۔

وفی السداسیات أیضا من طریق ام نهار قالت: کان انس بن مالکؓ یمر بنا کل جمعة وعلیه قلنسوة لاطئة "ومعنی لا طئةای لاصقة بالراس اشارة الی قصرها "(۲)

ام نہارؒ کہتی ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں سے گذرا کرتے، آپ پر ٹوپی تھی جو سر سے چپکی ہوئی تھی۔

لفظ کے فرق سے معنی بدل گئے

---

(۱) بذل المجهود کتاب اللباس باب العمائم ۱۲/۱۰۵

(۲) الحاوی للفتاوی، کتاب الصلوة، باب اللباس ۱/۷۲

کاتب کے نقل کرنے میں سہو کی وجہ سے معنی اور مفہوم میں زمین وآسمان کا فرق ہوگیا۔

قال ابن الجوزی رحمہ اللہ السنة أن يلبس القلنسوة والعمامة اما لبس القلنسوة تحتهافهو زی المشركين لخبر فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس واما لبس العمامة على غير قلنسوة فانها تحل (۱)

قال ابن الجوزی رحمہ اللہ قال بعض العلماء السنة أن يلبس القلنسوة والعمائم فاما لبس القلنسوةوحدها فهو زی المشركين لما فی حدیث ابی داؤد والتر مذی من حدیث ابی رکانة انه قال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس (۲)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اور علامہ مناوی رحمہ اللہ نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کے کلام سے نقل کیا ہے، کاتبین سے سہو ہوگیا ہے، ملا علی قاریؒ سے تحتہا منقول ہے اور مناوی رحمہ اللہ وحدها منقول ہے، اور دونوں کے مطالب اور ترجمے میں کافی تفاوت اور فرق ہوجاتا ہے۔ مناویؒ کے بقول ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ عمامہ یا ٹوپی دونوں میں ایک پہننا سنت ہے اور ٹوپی کے اوپر عمامہ پہنا مشرکین کا طریقہ ہوگا۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ کے بقول ابن جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: عمامہ

---

(۱) شرح الشمائل لمناوی علی هامش الجمع الوسائل، ص:۲۰۳

(۲) جمع الوسائل ۲۰۷

اورٹوپی دونوں ملاکر پہننا چاہیئے ،صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے۔

حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پہلوانی

ماقبل کے باب میں پہلی حدیث کے پہلے لفظ کا ترجمہ اورتشریح ملاحظہ کریں: اس حدیث کے پہلے جملے کا مطلب یہ ہے کہ رکانہؓ جوایک مشہور پہلوان تھے نہوں نے آپ کے ساتھ کشتی کی ؛لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پچھاڑ دیا،مراسیل ابوداؤد میں ہے کہ ایک باراس کے پچھڑ جانے کے بعداس ےدوبارہ کشتی ں اور پھرتیسری مرتبہ بھی کی ،تینوں بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پچھاڑ دیا،اور ہر مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری لی ،جسکا معاہدہ ہوا تھا۔اس اقعہ کے بعد اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کہا،اے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)!اس سے پہلے کبھی کسی شخص نے میرے پہلوکوزمین سےنہیں لگایا تھا اور آپ بھی ایسےنہیں جو مجھے بچھاڑ سکتے ،یعنی آپ کے ساتھ کوئی اور طاقت معلوم ہوتی ہے،اور پھروہ اس کے بعداسلام لےآیا،اورآپ نے اس کے لئے دعا فرمائی ،اوربعض روایات میں ہے کہ اس نے یہ کہا کہ تمہیں تمہارے رب نے اس وقت عزت بخشی ہے،اورمجھ کومیرے رب لات وعزی نے ذلیل کیا،اوروہ میرے اس وقت کام نہ آئے ،ربک الذی اعزک وخذلی اللات والعزی ،اورایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے اس کی تینوں بکریاں لےلیں،تووہ پچھتا کر کہنے لگا: میں اب ان بکریوں کے بارے میں اپنے گھر والوں کوکیا جواب دوں گا ،،ایک بکری کے بارے میں تو کہہ دوں گا ،کہ اس کوبھیڑئے نے کھالیا،اورایک کے بارے میں اس نے کچھ اور بہانہ بیان کیا (غالبا یہ کہ وہ لنگڑی ہوگئی)اور کہنے لگا کہ

تیسرے کے بارے میں کیا جواب دوں گا؟ آپ نے یہ سن کر اس سے فرمایا: کہ ہم تجھ پر دو مصیبتیں جمع نہیں کریں گے، کہ تجھ کو پچھاڑیں بھی اور تجھ سے تاوان بھی لیں ،اور پھر آپ نے وہ بکریاں اس کو واپس فرمادیں۔

عمامہ پہننے کا ایک ادب

آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ نیا لباس پہننے کے وقت،لباس کا نام لے کر اللہ کی نعمت کا استحضار کرتے اور شکرِ الٰہی کے طور پر دعا فرماتے تھے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان رسول الله ﷺ اذا استجد ثوبا سماه باسمه ،عمامة او قميصا أو رداء ا ثم يقول **اللهم لک الحمد كما كسوتنيه اسئلک خيره وخير ما صنع له وأعوذ بک من شره وشر ما صنع له** (۱)

ترجمہ :حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :جناب رسول اللہ ﷺ جب کوئی کپڑا پہنتے تو اس کپڑے کا نام لے کر مثلا : عمامہ،قمیص پھر یہ دعا فرماتے' اے میرے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں آپ نے مجھے یہ لباس پہنایا میں آپ سے اس کپڑے کی بھلائی اور بدن کی عافیت مانگتا ہوں اور اس کی بھلائی مانگتا ہوں کہ جس کے لئے بنایا گیا ہے یعنی پہن کر نیک کام کی توفیق دے،اور اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے جس کے لئے بنایا گیا یعنی اس کو پہن کر تیری نافرمانی نہ کروں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قوله [سماه باسمه] بأن يقال عمامة

---

(۱) ابو داؤد ۴/ ۳۰۹،رقم الحدیث : ۴۰۲۰،الترمذی، ۴/ ۲۰۰،رقم الحدیث:۱۷۶۷ ،مسند احمد،۳/ ۳۰

او قميصا او رداء أي هذه العمامة اللهم لک الحمد کما کسوتنیه والضمیر راجع الی المسمی.(۱) کپڑوں کا نام لے کر پہنتے تھے مثلاً عمامہ یا قمیص، چادر وغیرہ اور اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے تھے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں (سماہ)ای الثوب المراد به الجنس(باسمه)أی المتعارف المتعین المشخص المو ضوع له سواء کان الثوب (عما مة او قمیصا أو رداء)أع أو غیرها کالازار والسروال والخف ونحوها ،والمقصود التعمیم فالتخصیص للتمثیل بأن یقول :رزقنی الله ،أو أعطانی أو کسانی هذه العمامة أو القمیص أو الرداء ،وأو للتنویع ،أو یقول :هذا قمیص وأو رداء أو عمامة

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے کا نام لیتے تھے اس سے کپڑے کی جنس مراد ہے خواہ وہ کپڑا عمامہ کی شکل میں ہو یا قمیص یا سروال کی شکل میں ہو اور اللہ سے اظہار شکر واستحضار نعمت کے طور پر چیز کا نام لے کر پہنتے تھے۔

لباس میں نیت کی درستگی

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال :قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من لبس ثوب شهرة من الدنیا ألبسه الله ثوب مذلة یوم القیمة(۲)

ترجمہ :حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول

---

(۱) شرح الطیبی کتاب اللباس ۸/۲۲۹

(۲) ابوداؤد ۴/۳۱۴،رقم الحدیث : ۴۰۲۹،ابن ماجة،۲/۱۱۹۲ ،رقم الحدیث:۳۶۰۶،مسند احمد،۲/۱۳۹

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شہرت کا کپڑا دنیا میں پہنے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔

نیک کام میں شرم اور کبر کا وہم، وسوسۂ شیطانی ہے

وساوس اور وہم کی وجہ سے نیک کام ترک نہیں کرنا چاہئے

قال الشافعی رحمہ اللہ ولو خاف من ارسالھا نحو خیلاء لم یؤمر بترکھا بل یفعلھا ویجاھد نفسہ (۱)

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عمامہ پہننے میں کبر کا شبہ اور خوف ہو تو عمامہ پہننے کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ عمامہ پہنے اور مجاہدہ کرے، یا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ شملہ لٹکانے میں کبر کا اندیشہ ہو تو شملہ لٹکائے اور مجاہدہ کرے۔

مطلب یہ ہے کہ جب عمامہ سے وسوسہ ہو کہ لوگ مجھے کبر سے یا کسی اور وجہ سے متہم کریں گے تو اس وسوسے پر دھیان نہ دینا چاہئے؛ بلکہ عمامہ باندھے؛ گرچہ نفس پر شاق ہوگا اور اس مجاہدے پر ثواب بھی ملے گا، ویسے وسوسے احکام میں مؤثر نہیں ہو تے۔

عمامہ پہننے کے وقت کی دعائیں

کپڑے اور لباس پہننے کی دعائیں اتنی جامع، مانع، عام اور آسان ہیں، کہ کوئی بھی کپڑا پہنے تو ان میں سے جو بھی دعا پڑھ لی جائے ایسا محسوس ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقعکے لیئے یہ دعا ارشاد فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(۱) شرح الشمائل للمناوی علی جمع الوسائل: ۲۰۸، المواھب اللدنیہ باب ماجاء فی صفة عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص: ۱۰۱ الحدیث: ۱

بھی اس جامعیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اوتیت جوامع الکلم کہ مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استجد ثوبا سماہ باسمہ ،عمامۃ او قمیصا أو رداء ا، ثم یقول **اللھم لک الحمد کما کسوتنیہ اسئلک خیرہ وخیر ما صنع لہ وأعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ** (۱)

ترجمہ :حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کپڑے کا نام لے کر مثلا: عمامہ،قمیص پھر یہ دعا فرماتے 'اے میرے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں آپ نے مجھے یہ لباس پہنایا میں آپ سے اس کپڑے کی بھلائی اور بدن کی عافیت مانگتا ہوں اور اس کی بھلائی مانگتا ہوں کہ جس کے لئے بنایا گیا ہے یعنی پہن کر نیک کام کی توفیق دے،اور اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے جس کے لئے بنایا گیا یعنی اس کو پہن کر تیری نافرمانی نہ کروں۔

وفی الاذکار للنووی رحمہ اللہ یستحب لمن لبس ثوبا أن یقول **بسم اللہ** وکذلک تستحب التسمیۃ من جمیع الاعمال(۲)

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کپڑا پہنتے وقت اور ہر کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔

---

(۱) ابو داؤد ۳۰۹/۴،رقم الحدیث : ۴۰۲۰،الترمذی، ۲۰۰/۴،رقم الحدیث:۱۷۶۷ ،مسند احمد،۳۰/۳

(۲) الدعامۃ: ۱۰۲

اخرجه[الخطی]ب و[العساکر] فی تاریخهماعن ابن عباس رضی اللہ عنہ : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا لبس ثوبا جدیدا،حمد الله وصلی رکعتین و کسا الخلق.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پہنتے تو اللہ کی حمد وثنا کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

اخرج[ابن السنی]عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال کان علیه الصلوة والسلام اذا لبس ثوبا قمیصا اور رداء ا او عمامة یقول : **اللهم انی اسئلک من خیره وخیر ما هو له واعوذبک من شره وشر ما هو له.** 'اے میرے اللہ میں آپ سے اس کپڑے کی بھلائی اور بدن کی عافیت مانگتا ہوں اور اس کی بھلائی مانگتا ہوں کہ جس کے لئے بنایا گیا ہے یعنی پہن کر نیک کام کی توفیق دے، اور اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے جس کے لئے بنایا گیا یعنی اس کو پہن کر تیری نافرمانی نہ کروں۔

واخرج [الترمذی]وحسنه و[ابن ماجة] و[الحاکم] وصححه من حدیث عمر رض رفعه من لبس ثوبا جدیدا فقال **الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی** ثم عمد الی الثوب الذی خلق فتصدق به کان فی حفظ الله وفی کنف الله وفی ستر الله حیا ومیتا.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے وہ کپڑے پہنائے جن سے میں اپنا ستر ڈھانکتا ہوں اور اپنی زندگی میں ان سے زینت حاصل کرتا ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرانے کپڑے کو خیرات کر دیتے اور جو بندہ یہ دعا

پڑھے گا وہ زندگی میں اور زندگی کے بعد، اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔

واخرج احمد وابو داؤد والترمذی وحسنه وابن ماجة والحاكم وصححه عن معاذ بن انس رحمہ اللہ رفعه من لبس ثوبا فقال: **الحمد الله الذي كساني هذا ورزقني من غير حول مني ولا قوة** غفر الله له ما تقدم من ذنبه زاد ابو داود في رواية وما تاخر.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر عطا فرمایا۔

نوٹ: جس نے یہ دعا مانگ کر نیا کپڑا پہنا اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردئے جائیں گے۔

واخرج [احمد]و[ابو يعلي] عن علي رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول اذا لبس ثوبا جديدا **الحمد لله الذي رزقني من الرياش واواري به عورتي.**

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے زینت کا لباس پہنایا جن سے میں اپنی زندگی میں ان سے زینت حاصل کرتا ہوں اور اپنا ستر چھپاتا ہوں۔

اخرج الطبراني عن جابر رضی اللہ عنہ قال كان عليه السلام اذا لبس ثوبا جديدا قال: **الحمد لله الذي واري عورتي وجملني في عباده .**

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا ستر چھپایا اور اپنے بندوں میں مجھے حسن وجمال عطا کیا۔

عمامہ پہننے کا طریقہ

حدیث پاک میں عمامہ پہننے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ:

قد أورد ابن الجوزی رحمۃ اللہ فی الوفا من طریق ابی معشر عن خالد الحذاء قال أخبرنی ابو عبد السلام قال قلت لابن عمر رضی اللہ عنہ کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتم قال یدیر کور العمامۃ علی راسہ ویفرشھا من وراءہ ویرخی لھا ذوابۃ بین کتفیہ.(۱)

ابن جوزی رحمۃ اللہ نے وفا میں ابو معشر خالد الحذاء کے طریق سے ایک روایت بیان کی ہے، ابو عبد السلام رحمۃ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی کیسے باندھتے تھے؟ تو جواب دیا کہ عمامہ کے ایک سرے کو اپنے سر پر لپیٹ کر سر کے پیچھے ٹوپ لیتے اور دوسرا سرا اپنے دونوں کندھوں کے درمیان شملے کے طور پر چھوڑ دیتے تھے۔

عمامہ کھڑے ہو کر باندھے

عمامہ کھڑے ہو کر پہننا چاہئے، بیٹھ کر عمامہ پہننا ٹھیک نہیں ہے۔

قال صاحب المدخل علیک وأن تتسرول قاعدا وتتعمم قائما(۲)

صاحب مدخل رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ عمامہ کھڑے ہو کر پہننا چاہئے اور پاجامہ بیٹھ کر پہننا چاہئے۔

---

(۱) شرح الشمائل للمناوی ونیل الاوطار

(۲) المرقاہ، ۸/۲۱۸ کتاب اللباس، جمع الوسائل باب العمامۃ ۲۰۷

صاحب ہدایہ کے شاگرد شیخ نعمان بن ابراھیم زرنوجی رحمۃ اللہ نے رزق، عمر اور علم کو گھٹانے والے اعمال میں بیٹھ کر عمامہ باندھنے کو شمار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں : والتعمم قاعدا(۱) عمامہ بیٹھ کر باندھنا بھی نسیان کا سبب ہے۔

عمامہ باندھنے کے طریقے

عمامہ کئی طریقوں سے باندھا جاسکتا ہے مثلا: عمامہ باندھے اور شملہ بالکل نہ چھوڑے۔

ٹوپی پر عمامہ باندھے۔

بغیر ٹوپی ننگے سر پر عمامہ باندھے۔

عمامہ باندھے اور شملہ بھی چھوڑے۔

عمامہ باندھے اور شملہ پیٹھ پر دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑے۔

عمامہ باندھے اور شملہ سینے پر دائیں جانب چھوڑے۔

عمامہ باندھے اور شملہ سینے پر بائیں جانب چھوڑے۔

عمامہ باندھے اور دو شملے رکھے۔

عمامہ باندھے اور دو شملوں کو پیٹھ پر چھوڑ دے۔

عمامہ باندھے اور ایک شملہ پیٹھ پر اور ایک شملہ سینے پر چھوڑ دے۔

عمامہ باندھے اور ایک شملہ پیٹھ پر چھوڑ دے اور دوسرا شملہ عمامے پر پیچھے کی جانب گاڑ دے۔

عمامہ باندھ کر اس کے شملے سے گردن پر ٹھوڑی اور داڑھی کے نیچے لپیٹ

(۱) تعلیم المتعلم ،فصل فی ما یجلب الرزق .ص: ۷۴

دے۔

عمامہ کے نام

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے علامہ بارزی رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: وکانت له عمامة يعتم بها يقال لها السحاب فكساها على ابن ابى طالب كرم الله وجهه فكان ربما طلع على فيقول صلى الله عليه وسلم [اتاكم على فى السحاب] يعنى عمامته التى وهب له (۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا آپ نے حضرت علیؓ کو ھدیہ میں دے دیا تھا جب بھی حضرت علیؓ اس کو پہن کر آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے دیکھو! علی سحاب پہن کر آئے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ: واعلم انه صلى الله عليه وسلم كانت له عمامة تسمى السحاب. (۲)

رنگین پگڑیاں

حضرت سلیمان بن ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین پر سیاہ، سفید لال، ہرے اور پیلے عمامے دیکھے۔

عن سليمان بن ابى عبد الله رحمۃ اللہ قال: ادركت المهاجرين الأولين يعتمون بعمائم كرابيس سود وبيض وحمرو خضرو

(۱) الحاوى للفتاوى، كتاب الصلوة، باب اللباس ۱/ ۷۲

(۲) طبقات ابن سعد، زاد المعاد، فصل فى ملابسه صلى الله عليه وسلم ص: ۱۵۱، جمع الوسائل باب العمامة

وصفر،یضع احدھم العمامة علی راسه ،ویضع القلنسوہ فوقھا ،ثم یدیر العمامة ھکذا،یعنی:علی کورہ،لایخرجھا من تحت ذقنه(۱)

حضرت سلیمان بن ابو عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین کو کھردرے کپڑے کا سیاہ،سفید،لال،ہرا،اور پیلا عمامہ باندھے ہوئے دیکھا ،انہوں نے عمامہ سر پر اور ٹوپی عمامے پر رکھی ہوئی تھی۔عمامہ اس طرح لپیٹا تھا یعنی لپیٹ کر اور ٹھوڑی کے نیچے نہیں لپیٹا۔

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتھم نے لکھا ہے:

پگڑی کسی بھی رنگ کی باندھنا جائز ہے ،نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ پگڑی بھی باندھی ہے،ہری بھی اور سفید بھی پس لال پگڑی تو مناسب نہیں ،باقی جس رنگ کی چاہے پگڑی باندھ سکتا ہے،اور چونکہ جنتیوں کا لباس ہرا ہے اس لئے عام طور پر علماء ہری پگڑی کو پسند کرتے ہیں۔(۲)

لال عمامہ

سوال:(۱۸۸)سرخ عمامہ باندھنا جائز ہے یا نا جائز اور یہ جواز یا عدم جواز علی الاطلاق ہے یا اس میں کچھ تفصیل بھی ہے؟

جواب: جو کپڑا بالکل سرخ ہو،نہ اس میں کسی قسم کی دھاریاں وغیرہ ہوں اور نہ رنگ میں کسی اور رنگ کی آمیزش۔تو مردوں کو اس کا استعمال مکروہ ہے،پھر اگر یہ سرخی زعفران یا عصفر سے حاصل کی گئی ہو،یا اس رنگ میں کوئی نجاست شراب وغیرہ پڑی

---

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۵۰ ،شمائل ترمذی ،باب ما جاء فی عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) تحفۃ الالمعی ،ابواب اللباس،باب ما جاء فی العمامۃ السوداء،۵/۷۰

ہوتو مکروہ تحریمی ہے ،ورنہ تنزیہی۔اور جس کپڑے کا استعمال خارج میں مکروہ ہے؛اس کا نماز میں بدجہ اولی مکروہ ہوگا ،اور اگر کوئی دھاری دار سرخ ہے تو اس کا استعمال بلاکراہت جائز اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

(کما فی زاد المعاد،قال الشامی:قیل: یکرہ یکرہ اذا صبغ بالاحمر القانی لانہ خلط بالنجس،شامی ،ص:۵/۲۱۴.وفی شرح النقایة:لابی المکارم لاباس بلس الثوب الاحمر ومفادہ أن الکراھة تنزیھیة.درمختار)

الغرض جو سرخ کپڑا نجاست یا زعفران وعصفر سے رنگا ہوا نہ ہو اس کا استعمال جائز ہے؛مگر ترک اولی ہے بالخصوص عمامے میں سرخ کا جواز اور بھی زیادہ صریح ہے ۔کمافی الشامی ولایکرہ فی الراس اجماعا۔۲۶ رصفر ۱۳۵۰ھ(۱)

سیاہ عمامہ

سیاہ عمامے سے متعلق بہت ساری روایات ملتی ہیں؛جن میں سے چند یہ ہیں:

عن جابر رضی اللہ عنہ:أن النبی ﷺ دخل عام الفتح مکة وعلیه عمامة سوداء.(۲)

ترجمہ:حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ فتح مکہ

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتین کامل ۲/۹۸۰

(۲) ابوداؤد،کتاب اللباس ،باب فی العمائم،رقم:۴۰۷۶،نسائی ،کتاب الزینة،باب لبس العمائم السود،رقم:۵۳۴۷،ابن ماجه،کتاب اللباس،باب العمامة السوداء،رقم :۳۵۸۵،(مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۵۲)شمائل ترمذی ،باب ما جاء فی عمامة النبی ﷺ

ں جب شہر میں داخل ہوئے ہیں تو حضور اقدس ﷺ کے سرمبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

عن جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ عن ابیہ قال: رأیت علی رسول اللہ ﷺ عمامة سوداء.(۱)

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کے سرمبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

شرح زیلعی میں علمائے احناف سے منسوب یہ بات لکھی ہے کہ: سیاہ عمامہ بھی سنت ہے، علامہ سیوطی رضی اللہ عنہ نے سیاہ عمامہ والی کئی ساری روایات کو جمع کیا ہے اس کی بعض شروحات میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفۂ عباسی معتصم باللہ کی اولاد کا خیال تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا پہنا ہوا سیاہ عمامہ اپنے چچا حضرت عباس کو دے دیا تھا اسی عمامے سے نئے خلیفہ کی تاج پوشی کی جاتی تھی۔(۲)

خطبہ کے وقت سیاہ عمامہ کا ثبوت

خطبہ کے وقت سیاہ عمامہ پہننا آپ ﷺ اور صحابہ وتابعین سے ثابت ہے:

عن جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ عن ابیہ قال: رأیت النبی ﷺ علی المنبر وعلیہ عمامة دسماء قد ارخی طرفھا

---

(۱) ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، رقم: ۴۰۷۷، ابن ماجه، کتاب اللباس، باب العمامة السوداء، رقم ۳۵۸۴ شمائل ترمذی، باب ما جاء فی عمامة النبی ﷺ

(۲) المواھب اللدنیہ وجمع الوسائل باب ماجاء فی صفۃ عمامۃ النبی ﷺ ص:۱۰۰

بین کتفیه. (۱)

ترجمہ: حضرت جعفر اپنے والد عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وحریثؓ نے منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ عمامہ تھا، اور اسکے شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ رکھا تھا۔

عن جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ عن ابیه قال: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیه عمامة سوداء. (۲)

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا آپ کے سرمبرک پر سیاہ عمامہ تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیه عصا بة دسماء. (۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپ کے سرمبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

قال النووی فی الحدیث جواز لبس الاسود فی الخطبة وان کان الابیض افضل منه (۴)

واستدل بعض ا لعلماء بهذ الحدیث علی جواز لبس ا لسواد وان کان ا لبیاض ا فضل (جمع الوسائل باب العمامة)

---

(۱) ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، رقم: ۴۰۷۷

(۲) مصنف بن ابی شیبة ۱۲/۵۴۵، کتاب اللباس، فی العمائم السود، رقم: ۲۵۴۵۰، شمائل ترمذی، باب ما جاء فی عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) شمائل ترمذی، باب ما جاء فی عمامة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) جمع الوسائل باب العمامة

سیاہ عمامہ باندھنا بھی جائز ہے؛ مگر سفید عمامہ افضل ہے۔

سیاہ عمامہ باندھنے والوں کی ایک جماعت

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے سیاہ عمامہ باندھنے والوں کے نام اور ان کی روایات پر ایک رسالہ لکھا ہے؛ جس کا نام **ثلج الفؤاد فی لبس السواد** ہے۔اس میں سے چند نام یہ ہیں، جو نام مصنف بن ابی شیبہ میں مل گئے، اس کا حوالہ دے دیا ہے۔

حضرت سالم رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔(۱)

حضرت ابولولوہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔

حضرت حرب خثعمی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔(۲)

حضرت عطا رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔(۳)

---

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۶۴

(۲) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۶۷

(۳) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۶۸

حضرت حسین بن یونس رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت واثلۃ رحمۃ اللہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔(۱)

حضرت بدر بن عثمان رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔

حضرت عبد الواحد بن أیمن رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔(۲)

حضرت عثمان بن ابی ھند رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ کو سیاہ عمامہ میں دیکھا۔(۳)

اور بھی بہت سارے نام ہیں جس کو تفصیل چاہیے علامہ کے رسالہ کو دیکھ لیں اور مصنف بن ابی شیبہ میں بھی چند نام ہیں

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے بھی سیاہ عمامہ والوں کی ایک جماعت کی فہرست دی ہے وہ لکھتے ہیں :وقد لبس السواد جماعة کعلی رضی اللہ عنہ یوم قتل عثمان رضی اللہ عنہ(۴) وغیرہ کالحسن رضی اللہ عنہ کان یخطب بثیاب سود وعمامة سوداء(۵) وابن الزبیر رضی اللہ عنہ کان یخطب بعمامة سوداء

---

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم: ۲۵۴۶۹

(۲) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم: ۲۵۴۶۳

(۳) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم: ۲۵۴۵۷

(۴) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم: ۲۵۴۵۱

(۵) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمام السود،رقم: ۲۵۴۵۹ء

ومعاویۃ رضی اللہ عنہ فانه لبس عمامة سوداء وجبة سوداء وعصابه سوداء ،وانس رضی اللہ عنہ وعبد الله بن حذاء رضی اللہ عنہ وعمار رضی اللہ عنہ کا ن یخطب کل جمعة بالکوفة وهو امیرها وعلیه عمامة سوداء(۱) وابن المسیب کان یلبسها فی العیدین وابن عباس کان یعتم بها (۲)

ایک بڑی جماعت سیاہ عمامہ باندھتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہادت کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سیاہ باندھے ہوئے تھے، امام حسن رضی اللہ عنہ سیاہ کپڑے اور سیاہ عمامہ میں خطبہ دیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سیاہ عمامہ باندھ کر خطبہ دیا کرتے تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی سیاہ لباس استعمال کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن حذاء رضی اللہ عنہ سیاہ عمامہ پہن کر خطبہ دیتے تھے۔ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جب کوفے کے امیر تھے تو جمعہ کا خطبہ کالے عمامے سے دیا کرتے تھے، سعید بن المسیب رحمۃ اللہ عیدین کے موقع پر سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی سیاہ عمامہ پہنتے تھے۔

سیاہ عمامہ باندھنے کی حکمت

حاشیہ شمائل میں لکھا ہے کہا: سیاہ عمامہ باندھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر بال میں لگا ہوا تیل عمامہ میں لگ جائے تو بظاہر نظر نہیں آئے گا اور گندا بھی دکھائی نہ دے گا، اس کے برخلاف اگر سفید دستار ہو تو صاف نظر آجائے گا اور میلا دکھنے لگے گا؛ گرچہ سفید عمامہ ہی افضل ہے۔ اختار العمامة السوداء مع ان الابیض خیر الثیاب لانه تتسخ العمامة وتدهن لملاقاته الشعر الذی یکثر دهنه فالاسود

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۵۸

(۲) جمع الوسائل باب العمامة

لا یظهر الدهن علیه سریعا ولا یقبح فی المرائی کالابیض.(۱)

اور فتح مکہ کے موقع پر سیاہ عمامہ باندھنے کی ایک خاص وجہ بعض علما نے یہ لکھا ہے:قال العلما: وحکمةایثاره فی ذلک الیوم السواد علی البیاض الممدوح الاشارة الی السودد والنصر الذی اعطاه الله تعالی، ولم یتفق لاحد من الانبیاء قبله والی سودد الاسلام واهله والی ان الدین المحمدی لا یتبدل لان جمیع الالوان ترجع الی السواد ولایرجع هوالی لون منها.(۲)

علامہ نووی رحمۃ اللہ وملا علی قاری رحمۃ اللہ اور دگر علماء نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے موقع پر سفید عمامہ پر سیاہ کو اس لئے ترجیح دی کہ تمام رنگ بالآخر سیاہ کی طرف لوٹتے ہیں مگر سیاہ رنگ کسی اور رنگ کی طرف نہیں لوٹتا ایسے ہی اسلام ہے کہ سارے آسمانی مذاھب اسلام میں ضم ہو گئے؛ مگر اسلام تا قیامت بدل نہیں سکتا ،اس کی سرداری مسلم ہے ،ایسی فضیلت صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہے، کسی اور نبی کے حصے میں نہیں آئی ،سیاہ عمامہ باندھ کر اس حکمت کی اشارہ مقصود تھا۔

حرقانی عمامہ

حدیث پاک میں حرقانی عمامہ پہننے کا بھی تذکرہ ملتا ہے ،اور حرقانی کے دو مطلب بیان کیے ہیں۔

عن جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ عن أبیه قال :رأیت علی

---

(۱) حاشیہ شمائل ترمذی

(۲) الدعامة:۸۸

النبی ﷺ عمامة حرقانية. (۱)

ترجمہ: حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ پر حرقانی عمامہ دیکھا۔

قال السیوطی فی حاشیته حرقانية: بسکون الراء، ای سوداء علی لون ما احرقته النار کانها منسوبة بزیادة الالف والنون. (۲)

حرقانیہ وہ کپڑا ہے جو جلا ہوا معلوم ہو، یعنی کپڑا اگر جل جائے پھر اس کے راق کو دیکھے تو کیسے معلوم ہوگا؟ سیاہ، راق مائل، جلا ہوا رنگ جس طرح ہوتا ہے، اس طرح کے رنگ والے کپڑے سے آپ ﷺ نے عمامہ باندھا ہوا تھا۔

امام زمخشری رحمہ اللہ نے اور امام شامی رحمہ اللہ نے اپنی سیرت میں حرقانیہ کا مطلب یہی بیان کیا ہے

حرقانیہ کا مطلب بعض نے سیاہ رنگ بتایا ہے، ابو داؤد (۴۰۷۷) میں یہی روایت (حضرت عمرو بن حریث والی) ہے، جس میں عمامۃ سوداء ہے۔

طبقات بن سعد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جز رحمہ اللہ حرقانی عمامہ پہنے ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن صالح رحمہ اللہ نے ابن لھیعہ رحمہ اللہ (یہ دونوں حضرات اس روایت کے راوی ہیں) سے حرقانی کے متعلق پوچھا؟ تو فرمایا: کالے رنگ کو کہتے ہیں (۳)

محمد جعفر کتانی رحمہ اللہ نے نھایہ کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی

---

(۱) النسائی، کتاب الزینة من السنن، باب، لبس العمائم الحرقانية، رقم: ۵۳۴۵

(۲) الدعامة: ۹۲، الحاوی للفتاوی، کتاب الصلوة، باب اللباس ۱/ ۷۲

(۳) الحاوی للفتاوی، ثلج الفؤاد فی احادیث لبس السواد، ۱/ ۷۷

ہے: ان النبی ﷺ دخل مکة وعلیه عمامة سوداء حرقانیة.

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ حرقانی سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے۔

علامہ بارزی رحمۃ اللہ نے [توثیق عری الایمان] میں ایک روایت ذکر کی ہے: انه ﷺ کان یعتم کثیرا بالعمائم الحرقانیة والسود فی اسفاره.

ترجمہ: آپ ﷺ سفروں میں اکثر حرقانی اور سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حرقانی اور سیاہ رنگ میں تھوڑا سا فرق ہے بعض نے (امام هروی رحمۃ اللہ) اپنی غریب میں اس کے معنی پر لاعلمی کا اظہار کیا ہے وتفسیره فی الحدیث ولا ندری ما اصله. (۱)

حرقانی اور سیاہ میں فرق ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی؛ کیوں کہ ہر جلی ہوئی چیز سیاہ دکھائی دیتی ہے ،اس اعتبار سے اگر کوئی جلی ہوئی شی کو سیاہ سے تعبیر کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اگر کوئی جلی ہوئی شی کو بغور دیکھے اور اس کے رنگ کو متعین کرنا چاہے وہ سیاہ سے تشبیہ دینے کی بجائے جلے ہوئے رنگ سے ہی تعبیر کرے گا؛ تو ان روایتوں میں ایسا ہی ہوا ہے، بعض نے سیاہ سے تعبیر کی اور بعض نے حرقانی سے تعبیر کی۔

اور ممکن ہے کہ آپ ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کے کپڑے کا عمامہ تھا اور حرقانی (جلا ہوا سیاہ مائل رنگ) رنگ کا بھی تھا، دونوں استعمال کرتے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دونوں کو بیان کیا ہے۔

---

(۱) الدعامة: ۹۲

خز کا عمامہ

روایات میں خز کا عمامہ پہننے کا بھی ذکر ہے؛ خز کہتے ہیں، ریشم اور اون سے بنے ہوئے کپڑے کو (۱)

عن اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ قال: رأیت الاحنف واقفا علی بغلة، ورأیت علیه عمامة خز. (۲)

حضرت اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے احنف رحمہ اللہ کو خچر پر دیکھا آپ پر خز کا عمامہ تھا۔

عن عبد السلام بن شدادأبی طالوت رحمہ اللہ قال: رأیت علی انس بن مالک رحمہ اللہ عمامة خز. (۳)

حضرت عبدالسلام رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پر خز کا عمامہ دیکھا۔

سفید عمامہ باندھنا افضل ہے

لباس میں مختلف رنگ حسب شوق استعمال کر سکتے ہیں؛ مگر سفید رنگ زیادہ پسندیدہ مانا گیا ہے۔

عن سمرة أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ألبسو الثیاب البیض فإنها اطهر وأطیب وکفنوا فیها موتاکم (۴)

---

(۱) مصباح اللغات، ۱۹۹

(۲) مصنف بن ابی شیبة، کتاب اللباس، فی عمامة الخز، رقم: ۲۵۴۷۴

(۳) مصنف بن ابی شیبة، کتاب اللباس، فی عمامة الخز، رقم: ۲۵۴۷۵

(۴) الترمذی ۵/۱۰۹ رقم الحدیث: ۲۸۱۰، النسائی، ۴/۳۴، رقم الحدیث: ۱۸۹۶، ابن ماجة، ۲/۱۱۸۱، رقم الحدیث: ۳۵۶۷، مسند احمد، ۵/۱۳

ترجمہ: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو کہ وہ بہت پاکیزہ اور خوشتہ ہوتے ہیں، اور اپنے مردوں کو سفید کپڑوں کا کفن دو۔

اس حدیث کی بنیاد پر سفید کپڑے کا عمامہ زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: واستدل بعض العلماء بهذا الحديث على جواز لبس السواد وان كا ن البيا ض افضل لما سبق من ان خير ثيابكم البيض. (۱)

قال النووی فی الحديث جواز لبس الاسود فی الخطبة وان كان الابيض افضل منه (۲)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ اور علامہ نووی رحمۃ اللہ نے سفید رنگ کی پگڑی کو [illegible] کہا ہے گرچہ سیاہ پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے گرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ باندھا تھا؛ مگر سفید کپڑے کے استعمال کو زیادہ بہتر اور پاکیزہ بتایا ہے۔

حدثنا الحسن بن الصالح ،عن ابيه رأيت على الشعبى عمامة بيضاء قد ارخى طرفها ولم يرسله. (۳)

صالح کہتے ہیں کہ: میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ پر سفید عمامہ دیکھا اور شملہ لٹکائے ہوئے تھے؛ مگر زیادہ لمبا نہیں۔

---

(۱) جمع الوسائل باب العمامة

(۲) جمع الوسائل باب العمامة

(۳) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم: ۲۵۴۷۲

عن اسماعیل بن عبد الملک رحمہ اللہ قال :رأیت علی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ عمامة بیضاء.(۱)

حضرت اسماعیل بن عبد الملک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو سفید عمامے میں دیکھا ۔

عیدین کا عمامہ

عیدین کے لئے ایک خاص عمامہ رکھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

واخرج ابن عدی من حدیث جابر رضی اللہ عنہ قال: کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عمامة سوداء یلبسها فی العیدین ویرخیها خلفه.(۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جس کو آپ عیدین میں پہنتے تھے اور اس کا شملہ پیچھے چھوڑتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ عیدین کے لیے الگ عمامہ رکھ سکتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے لئے بارہ ہاتھ کا عمامہ رکھے ہوئے تھے۔

فتبین من کلام الشیخ محی الدین النووی رحمہ اللہ :أنها کانت علی أنحاء: ثلاثة اذرع ،وسبعة،واثنتی عشر،من الذراع

---

(۱) مصنف بن ابی شیبة ،کتاب اللباس ،فی العمائم السود،رقم:۲۵۴۷۳

(۲) الحاوی للفتاوی، کتاب الصلوة،باب اللباس ۱/۷۶،نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۲/۱۰۷

الشرعی،وھو النصف من ذراعنا،وتلک الاخیرۃ کانت للعیدین .

امام نووی رحمہ اللہ کے کلام میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی عمامے تھے۔تین ذراع ،سات ذراع ،بارہ ذراع کا،ذراع سے شرعی ذراع مراد ہے جو ہمارے ذراع کا آدھا ہوتا ہے اور آخر والا عمامہ عیدین کے لیے تھا۔(۱)

ھُشیم بن نسطاس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: رأیت سعید بن المسیب رحمہ اللہ یلبس فی الفطر والاضحی عمامة سوداء ویلبس علیھا برنسا (۲)

حضرت سعید بن میّب رحمہ اللہ عیدین (عید الفطر وعید الاضحیٰ) کے لیے ایک سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے۔

سفر کا عمامہ

سفر کے لئے بھی خاص عمامہ رکھ سکتے ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ :ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء.(۳)

ترجمہ:ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے اور آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ سفر کئے اور جب مکہ فتح ہو گیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔

---

(۱) فیض الباری،۶/۷۸،کتاب اللباس،باب العمائم:رقم الحدیث:۵۸۰۶

(۲) ثلج الفؤاد فی لبس السواد، لجلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

(۳) ابن ماجه،کتاب اللباس،باب العمامة السوداء،رقم: ۳۵۸۶

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے علامہ بارزی رحمۃ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے :انہ صلی اللہ علیہ وسلم و کثیراما کان یعتم بالعمائم الحرقانیة والسود فی اسفارہ .(۱)

ترجمہ :آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفروں میں اکثر حرقانی اور سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرقانی (اس کی تشریح باب :حرقانی عمامہ، کے ذیل میں ہے) یا سیاہ رنگ کا عمامہ استعمال کرتے تھے۔

اور ابن قیمؒ نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ :فلبس فی کل موطن ماینا سبه.(۲)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر جگہ کے لئے جو مناسب لباس ہوتا اس کو زیب تن فرماتے تھے،اور سفر میں سیاہ یا حرقانی عمامہ کا استعمال اس لئے زیادہ مفید ہے کہ سفر میں دھول مٹی وغیرہ گرد وغبار لگ جانے سے میلا اور گندا دکھائی نہیں دے گا۔

نماز کا عمامہ

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ(۳)

اے آدم کی اولاد! مسجد کی ہر حاضری کے وقت زینت وخوشنمائی اختیار کر۔ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ :نماز میں افضل واولی یہ ہے کہ صرف ستر پوشی پر کفایت نہ کی جائے ؛ بلکہ اپنی وسعت کے مطابق

---

(۱) الحاوی للفتاوی،کتاب الصلوۃ،باب اللباس ۱/ ۲۷ الدعامة: ۹۲

(۲) زاد المعاد ،فصل فی ملابسہ صلی اللہ علیہ وسلم ۵۲

(۳) اعراف : ۳۱

لباس زینت اختیار کیا جائے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز کے وقت اپنا سب سے بہتر لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالی جمال کو پسند فرماتے ہیں؛ اس لئے میں اپنے رب کے لئے زینت و جمال اختیار کرتا ہوں، اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے: خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ.

معلوم ہوا کہ اس آیت سے جیسا کہ نماز میں ستر پوشی کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اسی طرح بقدر استطاعت صاف ستھرا اچھا لباس اختیار کرنے کی فضیلت اور استحباب بھی ثابت ہوتا ہے۔(۱)

ابو حیان اندلسیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے: الزینة فعلة من التزین وهو اسم مایتجمل به من ثیاب وغیرها.(۲)

الزینة: کپڑے وغیرہ سے جمال اختیار کرنے کو زینت کہتے ہیں۔

اس میں عمامہ بھی شامل ہے کیونکہ وہ بھی زینت کا لباس ہے، علامہ مناوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: العمامة سنه لا سیما للصلوة(۳)

نماز کے لئے جمال و زینت کی خاطر عمامہ باندھ سکتے ہیں؛ لیکن یاد رہے اس کو نماز کے لئے ضروری نہ سمجھیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ثم ان لفظ الزینة: یقتضی أن یکون الرجل عند المسجد احسن حالا مماسواه وبینه الحدیث والفقه ففی الحدیث: ان عمامته صلی اللہ علیہ وسلم کانت فی صلاته سبعة

---

(۱) معارف القرآن ۵۴۳/۳

(۲) تفسیر البحر المحیط ۲۹۱/۴

(۳) شرح الشمائل للمناوی رحمہ اللہ علی جمع الوسائل، باب العمامة: ۲۰۳

اذرع وفی الفقه انه یستحب أن یصلی فی ثلاث ثیاب،منهاالعمامة.
(۱)

لفظِ زینت تقاضا کرتا ہے کہ آدمی جب مسجد میں آئے تو اچھی سے اچھی حالت میں آئے؛ چنانچہ حدیث وفقہ میں اس کو بیان کیا ہے، حدیث میں ہے کہ نماز میں آپ ﷺ کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا، فقہ میں ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے، ان میں سے ایک عمامہ بھی ہے۔

منیۃ المصلی میں ہے کہ: والمستحب أن یصلی الرجل فی ثلثه اثواب :ازار، وقمیص، وعمامة

مستحب ہے کہ نماز تین کپڑوں میں پڑھی جائے، ازار، قمیص اور عمامے میں (۲)

بغیر عمامے کے نماز پڑھنا

بغیر عمامے کے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے (۳)

ایک طالب علم نے ایک سوال کیا کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب آدمی گھر سے باہر نکلتا ہے، اور شرفاء کے مجمع میں جاتا ہے تو عمامہ ضرور پہنتا ہے، تو جس علاقے میں اس قسم کا رواج ہوتا ہے وہاں کے بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کے لئے گھر میں بھی بغیر عمامے کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس کو عمامہ پہن کر نماز پڑھنی چاہئے۔ اس لئے کہ مسئلہ یہ ہے کہ جس لباس میں آدمی دوسروں کے سامنے نہ جاسکے

---

(۱) فیض الباری، ۲/ ۱۰، کتاب الصلوة، باب وجوب الصلوة فی الثیاب، رقم: ۳۵۱

(۲) منیة المصلی مع حاشیه عین التجلی، فصل فی مایکره فی الصلوة ومالایکره، ص: ۱۰۵. غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی المعروف بالحلبی الکبیر، ۳۰۳

(۳) فتاوی دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاوی مبوب، مکمل فتوی نمبر ۲۳۹

،اس لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔یہ استدلال درست نہیں ۔اس لئے کہ فقہاء کرام نے یہ جو فرمایا ہے کہ آدمی جن کپڑوں میں باہر نہ جاسکے،ان کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کپڑوں میں آدمی گھر سے باہر نکل ہی نہیں سکتا،مثلا:ایک آدمی اپنے گھر میں بنیان اور لنگی میں ہے تو اس حالت میں ظاہر ہے کہ وہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتا،اب اگر اس حالت میں وہ نماز پڑھے گا تو نماز مکروہ ہو گی؛لیکن ایک شخص نے قمیص شلوار ٹوپی پہن رکھی ہے اور اس لباس میں وہ مہمان سے بھی ملتا ہے اور قریب آس پاس کہیں جانا ہوتا ہے تو اس لباس میں چلا جاتا ہے اور پھر اسی لباس میں مسجد میں بھی چلا جاتا ہے،تو اب ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ؛اگر چہ اس شخص کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی شرفاء کی محفل میں یا کسی جلسے میں یا کسی تقریب میں جاتا ہے تو شیروانی یا صدری پہن کر جاتا ہے،اور ان کے پہننے کا بہت اہتمام بھی کرتا ہے،اور شیروانی یا صدری کے بغیر جانے کو معیوب سمجھتا ہے ؛لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب وہ شخص نماز پڑھنے کے لئے جائے تو پہلے شیروانی یا صدری پہنے پھر نماز پڑھے؛ بلکہ ان کے بغیر بھی نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔اور فقہاء کرام نے یہ جو لکھا ہے کہ ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں ؛جن کپڑوں کو پہن کر وہ دوسروں کے سامنے نہیں جاسکتا،اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں وہ گھر سے باہر ہی نہ نکل سکتا ہو۔(۱)

عمامہ وغیرہ ضروریاتِ نماز میں سے نہیں

ابوالحسنات عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:وقد سئلت غیر مرۃ عن الصلوۃ بغیر عمامۃ؛ھل تکرہ؟ کماھو المشھور بین العوام فتجسسته

(۱) درس ترمذی،ابواب اللباس،۳۴۳/۵

في كتب الفقه فلم اجد سوى قولهم المستحب ؛أن يصلي في ثلثة اثواب: ازار وقميص وعمامة،وهو لايدل على كراهة الصحة بدونها، كما حرره بعض علماء عصرنا ظاناأن ترك المستحب مكروه وذلک لانه قد صرح في البحر الرائق وغيره أن ترک المستحب لاتلزم منه الكراهةمالم يقم دليل خارجي عليه.(١)

عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے کئی بار پوچھا گیا کہ: بغیر عمامہ نماز پڑھنے کا حکم کیا ہے؟ کیا مکروہ ہے؟ جیسا کہ عوام میں مشہور ہے، میں نے کتب فقہ میں تلاش کیا تو بس اتنی بات ملی کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے ،ازار،قمیص اور عمامہ،اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ،عمامے کے بغیر مکروہ ہے، جیسے ہمارے زمانے میں بعض علما کا خیال ہے کہ مستحب کو ترک کرنا مکروہ ہے؛ جبکہ بحرالرائق وغیرہ میں یہ صراحت ہے کہ مستحب کے ترک سے کراہت لازم نہیں آتی؛ جب تک کہ اس پر کوئی خارجی دلیل قائم نہ ہو۔

سوال:(۲۹۸)جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا علما سے بدون عمامہ کے نماز پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب:أو كلكم يجد ثوبين وغیرہ احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ عمامہ ضروریاتِ صلوۃ یا امامت سے نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم (۲)

نماز کے عمامے کی دو خرابیاں

حضرت اقدس مرشدی ومولائی مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مدظلہ نے لکھا

(١) نفع المفتي والسائل،المكروهات المتفرقه،ص: ٧٠

(۲) فتاوی دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاوی مبوب، مکمل، کتاب الصلوۃ،فصل فی شروط الصلوۃ،۱/ ۲۱۶

ہے: عمامہ کے بارے میں دو خرابیاں ہیں: ایک تو یہ کہ عوام و بعض خواص کالعوام نے اس کو وجوب کا درجہ دے دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عوام عمامہ کے بغیر امامت پر شدت سے انکار کرتے ہیں، اس سے بھی عجب یہ ہے کہ داڑھی کٹانے والے کی امامت کو تو بلا نکیر و کراہت درست رکھتے ہیں؛ لیکن کیا مجال کہ کوئی بلا عمامہ نماز پڑھاوے۔ اس سے عوام کے اعتقادِ باطل وخیالِ فاسد کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مستحب کو تو واجب گردانا اور واجب کو مباح سے گھٹا دیا۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ عمامہ نماز وغیر نماز میں اور مقتدی وامام سب کے لئے سنت تھا؛ مگر عوام نے اس کو ایک تو نماز کے ساتھ خاص کر دیا، دوسرے امام کے ساتھ۔ بعض لوگ نماز میں خصوصیت کے ساتھ عمامہ باندھنے کی فضیلت پر بعض روایات سے استدلال کرتے ہیں، مثلا: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعت بلا عمامہ کے ستر رکعت سے افضل ہے۔ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نفل یا فرض نماز عمامہ کے ساتھ بلا عمامہ کے پچیس درجہ برابر ہے؛ مگر اولا تو محدثین نے ان روایات کو موضوع قرار دیا ہے (دیکھو فیض القدیر اور موضوعات صغری و کبری)

الغرض ان خرابیوں کی وجہ سے ان چیزوں کو مداومۃ نہیں کرنا چاہئے، یہ رسوم قابلِ اصلاح ہیں؛ تاکہ حدود شرع سے تجاوز نہ ہو۔ (تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا) (۱)

عبرت آموز لطیفہ

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رَحِمَهُ اللّٰهُ نے اپنے وعظ میں ایک قصہ بیان کیا ہے کہ "ایک غیر عالم شخص نے حضرت تھانوی رَحِمَهُ اللّٰهُ سے پوچھا کہ آپ عمامہ

(۱) دعائے سرو جہری پر محققانہ نظر، عنوان: مستحب بھی مکروہ ہوسکتا ہے، جواہر شریعت ۲/۱۹۹

کیوں نہیں باندھتے ؟ اگر عالم ہوتا ایسی بات نہ کرتا کیوں کہ عمامہ باندھنے سے متعلق یہ باتیں مشہور ہیں کہ عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور جمعہ کے دن عمامہ باندھ کر جمعہ پڑھانے سے ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے؛ مگر محدث عظیم ملاعلی قاریؒ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں کہ **ذلک کلہ باطل موضوع** یعنی یہ باطل اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں؛ لہذا تھوڑے سے علم میں جو لوگ الجھ جاتے ہیں تو ان کو اس معاملے میں جرات نہیں کرنی چاہئے ؛ بلکہ کتابوں سے اور بڑے علما سے رجوع کریں ،ان کے پاس دماغ تو ضرور ہے مگر دماغ میں گرمی ہے ،جس زمانے میں لوگ کسی غیر واجب عمل کو واجب سمجھنے لگیں تو اس عمل کا ترک واجب ہو جاتا ہے ،میں نے بڑے بڑے علماء ومشائخ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ صحابہ نے ٹوپی سے بھی نمازیں پڑھی ہیں اگر عمامہ باندھ لیا جائے تو اچھا ہے؛ لیکن اس کو واجب سمجھ لینا جائز نہیں۔

میں ایک دفعہ ڈھاکہ گیا تو دیکھا کہ مسجد میں منبر پر ایک عمامہ رکھا ہوا ہے،اس پر بے شمار مکھیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور بہت سارے داغ تھے،اتنے میں امام نماز پڑھانے آیا،اس نے وہ عمامہ باندھا اور نماز پڑھائی ،نماز پڑھا کر عمامہ واپس منبر پر رکھ کر چلے گئے ،محض مقتدیوں کی ڈر کی وجہ سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھائی ،بعض مسجدوں میں مقتدی غالب ہیں ،جہالت کا غلبہ ہے امام بیچارے کے ناک میں دم کئے ہوئے رہتے ہیں ؛ لیکن کسی صحیح عالم امام سے رابطہ ہو جائے تو صحیح مسئلہ معلوم ہو جائے گا۔تو اس مسجد میں یہ سلسلہ ماشاءاللہ میری ایک ہی تقریر سے ختم ہو گیا ،میں نے ان سے کہا کہ عمامہ کبھی باندھو اور کبھی نہ باندھو تا کہ امت اس کو واجب نہ سمجھنے لگے۔

تو حکیم الامت رحمۃ اللہ نے اس شخص سے فرمایا کہ میں تفسیر بیان القرآن

لکھتا ہوں اور اس وجہ سے مجھے بہت مطالعہ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے میرا دماغ گرم رہتا ہے؛ اس لیے مجھے عمامہ باندھنے کا تحمل نہیں ہوتا، پھر حضرت نے اس شخص سے ایک سوال کیا کہ تم مجھے اتنی تاکید سے عمامہ کے بارے میں کہتے ہو تو میں تم سے کہتا ہوں کہ تم لنگی کیوں نہیں باندھتے ہو؛ جب کہ لنگی بھی تو سنت ہے تو وہ کہنے لگا کہ لنگی کھل جاتی ہے اور میں ننگا ہو جاتا ہوں۔

لنگی پہننا سنت مؤکدہ نہیں

بہت سارے علاقے ایسے ہیں جہاں لنگی باندھنے کو ضروری سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ یہ سنت غیر مؤکدہ اور سنتِ عادیہ میں سے ہے، لیکن لنگی باندھنے میں احتیاط بھی بہت ہونی چاہیے، میں لنگی باندھنے والوں کو بھی دیکھا ہے، کیوں کہ بنگلہ دیش کے کچھ طلباء ہمارے ہاں پڑھتے ہیں،۔ ایک دفعہ میں رات کو معائنہ کیا تو دیکھا کہ وہ خود کہیں تھے اور ان کی لنگی کہیں تھی۔ ایک عالم ہمارے ہاں استاد تھے اور دیوبند کے فاضل تھے لنگی باندھتے تھے، ایک دفعہ جب مچھروں نے ان کے منہ پر کاٹا تو لنگی سے اپنا منہ چھپالیا تو بتاؤ ایسی لنگی پہننا جائز ہے جو ستر کو دکھائے؟ اسی لیے کہتا ہوں کہ دن کو لنگی پہنو اور رات کو پاجامہ پہنو تاکہ تمہارے اعضاء مستورہ نہ کھل جائیں؛ خصوصاً جب کہ دوسرے لوگ بھی ساتھ سو رہے ہو مثلاً تبلیغی اجتماع ہو یا مدرسے میں طلبہ کا ہاسٹل (دار الاقامہ) ہو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر اکیلے بھی رہو تو ننگے مت سوؤ؛ کیوں کہ اس سے فرشتوں کو حیا آتی ہے اور ان کو تکلیف ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو اذیت پہونچانا حرام ہے تو فرشتوں کو اذیت اور تکلیف دینا تو اور حرام ہے۔

بات چل رہی تھی کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ کی کہ جب اس آدمی نے حضرت سے کہا کہ میرا استر کھل جاتا ہے اس لیے لنگی نہیں پہنتا تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے بھی گرمی لگتی ہے اس لیے عمامہ نہیں باندھتا تو اس نے کہا کہ اللہ کرے آپ کی گرمی اور بڑھ جائے، بعض جاہل ایسے بدتمیز ہوتے ہیں، حضرت نے اس کو جوابا کہا کہ اللہ کرے تم اور ننگے ہو جاؤ'' (۱)

کفن کا عمامہ (مکروہ ہے)

مردے کو عمامہ پہنانا مکروہ ہے۔

سوال: ۲۷۵۴ عالموں کے کفن میں عمامہ دینا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں ہے وتکرہ العمامة للميت في الاصح مجتبى واستحسنهاا لمتأخرون للعلماء والاشراف الخ وفي الشامي والاصح انه تكره العمامة بكل حال (حاشيه ابن عابدين كتاب الصلوة، مطلب في الكفن ۳/۹۰) پس معلوم ہوا کہ کراہت عمامہ ہی راجح ہے (۲)۔

شادی کا عمامہ

شادی اور خوشی کے موقعوں پر عمامہ کو لباس زینت کے طور پر پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ کوئی اس مستحب شئی کو لازم سمجھنے لگے تو قابل مؤاخذہ ہوگا۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی سے کسی نے اس طرح کا سوال کیا تو آپ نے مندرجہ ذیل شرعی حکم کا فتوی صادر فرمایا۔

(۱) وعظ حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ بنام علم اور علمائے کرام کی عظمت

(۲) فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب الصلوۃ ربع رابع، مسائل کفن، ۲۶۰/۵

سوال: ہمارے علاقے میں شادی کے موقع پر پگڑی باندھنے کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ نہ باندھنے والے پر لعن طعن کیا جاتا ہے اور بغیر عمامے کے شادی کرنا بیوہ کے ساتھ شادی کرنے کے ساتھ خاص سمجھا جاتا ہے تو کیا ایسے حالات میں شادی کے موقع پر پگڑی باندھنا جائز ہوگا: بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

امرِ مندوب کو واجب کی طرح لازم سمجھا جانے لگے تو اس کا ترک واجب ہو جاتا ہے اس لئے یہ التزام ناجائز ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (۱)

مدرسے کا عمامہ (مدارس کی دستار بندی)

آپ ﷺ جب کسی کو کوئی اہم قومی وملی ذمہ داری سپرد فرماتے تو اس کی دستار بندی کرتے، اور اعزاز واکرام کا معاملہ فرماتے۔

آنے والی روایات سے پتہ چلتا ہے، کئی موقعوں پر صحابہؓ کی دستار بندی کی ہے، مثلاً: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غدیر خم، یمن اور خیبر کی مہم سر کرنے کے لئے بھیجا تو عمامہ اپنے ہاتھوں سے باندھ کر بھیجا، اسی طرح حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو ایک سریہ میں امیر بنایا تو ان کی بھی دستار بندی فرمائی؛ بلکہ طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کان لا یولی والیاحتی یعممہ یہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جس کو بھی ذمہ داری سپرد فرماتے اس کی دستار بندی فرماتے۔

اسی طرح مدارس میں جب کوئی طالب علم حافظ قرآن بن جاتا ہے اور قرآن شریف اپنے سینے میں محفوظ کر لیتا ہے یا کوئی عالم دین بن کر قرآن وسنت کے معانی ومفاہیم کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اس کی دستار بندی کی جاتی ہے اور دستار بندی

(۱) احسن الفتاوی، کتاب الحظر والاباحہ ۶۷/۸

کے لئے قابل اور موزوں شخصیت کو دعوت دی جاتی ہے، اور طالب علم کو یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ اب تم اسلام و دین کی خدمت کے قابل ہو گئے ہو، اور کئی ساری ذمہ داریوں کے حامل بن سکتے ہو، وغیرہ۔

واخرج ابن ابی شیبة وابو داؤد الطیالسی وابن منیع والبیهقی فی السنن عن علی رضی اللہ عنہ قال عممنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم بعمامة سدل طرفها علی منکبی وقال ان الله امدنی یوم بدر ویوم حنین بملائکة معممین هذه العمة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے دن میرے سر پر عمامہ باندھا اور شملہ میرے کندھے پر چھوڑ کر فرمایا: بیشک اللہ نے بدر اور حنین کے موقع پر اس طرح (جیسے میں نے تمہیں باندھا) عمامہ باندھے ہوئے فرشتوں سے میری مدد فرمائی۔

ایک اہم موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزت افزائی کے لئے اپنے ہاتھوں سے دستار باندھی۔

واخرج الطبرانی فی الکبیر بسند ضعیف عن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا یولی والیا ای حاکما علی جهة من جهات الاسلام حتی یعممه أی یدیر عمامته علی را سه بیده ویرخی لها عذبة من جانبه الایمن نحو الاذن .(۱)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی علاقہ کے لئے

---

(۱) عمدة القاری، ارشاد الساری، کتاب اللباس، باب العمائم، ۵۲۶/۱۲ ونیل الاوطار ۱۱۲/۲ باب ماجاء فی لبس القمیص والعمامة والسراویل

جب گورنر مقرر فرماتے تو اس کے سر پر دستار باندھتے، مطلب: اپنے ہاتھوں سے اس کے سر پر عمامہ باندھتے اور شملہ دائیں جانب کان کے پاس چھوڑ دیتے۔

گورنری کا عہدہ علاقے کا سب سے بڑا عہدہ ہوتا ہے، اس عہدے پر منتخب آدمی معزز سمجھا جاتا ہے اور کئی ساری ذمہ داریوں کا جواب دہ ہوتا ہے، اس کو اپنی ذمہ داری اور کام کا احساس دلانے کے لئے آپ ﷺ اعزازی وانعامی طور پر دستار سر پر رکھتے اور دعاؤں کے ساتھ روانہ فرماتے۔

وفی [نظم شرح السیرة العراقیة] للمناوی رحمہ اللہ فی الکلام فی البعوث الی الملوک والبلاد ان النبی ﷺ بعث سیدنا علیاً رضی اللہ عنہ الی الیمن فی رمضان سنة عشر من الهجرة قال وعقد له لواء وعممه بیده عمامة ثلاثة اکوار وجعل ذراعا بین یدیه وشبرا من وراء ه. (۱)

آپ ﷺ نے رمضان ۱۰ھ (دس ہجری) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو جھنڈا دیا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے تین پھیروں سے عمامہ باندھا اور شملہ ایک ہاتھ آگے چھوڑا اور ایک بالشت پیچھے چھوڑا۔

واخرج الطبرانی من حدیث عبد الله بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: بعث رسول الله ﷺ علی ابن ابی طالب علیه السلام الی خیبر فعممه بعمامة سوداء ثم ارسلها من وراء ه او قال علی کتفه الیسری ،وحسنه السیوطی (۲)

(۱) نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۲/۱۰۷

(۲) نیل الاوطار ،کتاب اللباس ،باب ما جاء فی لبس القمیص والعمامة،والسراویل ۲/۱۰۷

حضرت عبداللہ بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وخیبر بھیجا تو اسوقت سیاہ عمامہ باندھا اور اور شملے کو پیچھے چھوڑا یا بائیں کندھے پر چھوڑا۔

اخرج البیهقی فی[الشعب] من طریق عطاء الخراسانی: ان رجلا اتی ابن عمر رضی اللہ عنہ فساله عن ارخاء طرف العمامة فقال له عبد الله ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بعث سرية وامر عليها عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وعقد له لواء وعلى عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عمامة كرابيس اى غليظة مصبوغة بسواد فدعاه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فحل عمامته ثم عممه بيده وافضل عمامته موضع اربع اصابع او نحو ذلک وقال هکذا فاعتم فانه احسن واجمل (۱)

ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے شملہ لٹکانے سے متعلق پوچھا تو فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بنا کر جھنڈا دیا، حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ پر سیاہ موٹا عمامہ تھا ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول کر اپنے مبارک ہاتھوں سے باندھا، اور چار انگلیوں کے قریب شملہ چھوڑا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اس طرح عمامہ باندھا کیوں کہ یہ زیادہ خوبصورت ہے۔

قال العارف الحفنی فی[حاشية الجامع] والقصد من ذلک تعليم الامراء التجمل ليكونوا مهابين فی اعين الناس .(۲)

---

(۱) الدعامة ۵۸

(۲) الدعامة ص:۴۷

علامہ عارف حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس دستار بندی کی وجہ امیروں کی حسن تربیت ہے اور عوام الناس میں نمایاں اور ممتاز بنانا مقصود ہے۔

حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ اور حضرت جی ثانی مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ کے تذکروں میں ہے: جب حضرت جی اول کا انتقال ہوگیا تو ان کا عمامہ حضرت جی ثانیؒ کے سر پر باندھ کر ان کا جانشین مقرر کیا (۱)

غلط فہمی کا ازالہ

محدثین کے کلام میں نماز اور عام اوقات میں عمامہ کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر بعضوں کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وضو میں بھی باندھنا چاہیئے چنانچہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے خصوصیت سے اس کی تردید کی ہے وہ فرماتے ہیں:

ولا تثبت سیما عند الوضو (۲)

وضو کے لئے خصوصیت سے عمامہ باندھنا ثابت نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ جیسا نماز کے لئے عمامہ مستحب ہے اس طرح وضو کے لئے نہیں ہے، اگر کوئی عمامہ باندھے ہوئے تھا، وضو کی ضرورت ہوئی تو وضو کرلے، کوئی حرج نہیں، اور ایسا بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ وضو کے وقت عمامہ کا ثبوت نہیں اس لئے خصوصیت سے اس کو اتار کر وضو کرے، اور سمجھے کہ یہی صحیح ہے تو بالکل غلط ہوگا اور دین میں زیادتی کرنے کا گناہ ہوگا، اللہ تعالی بے اعتدالی سے ہماری بال بال حفاظت فرمائے، آمین

---

(۱) حضرت مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت ص:۱۵۱، تذکرہ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ ص:۸۱

(۲) شرح الشمائل للمناوی رحمہ اللہ باب ماجاء فی صفۃ عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

المصادر

۱)تفسیر البحر المحیط ،محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی ۷۴۵ المتوفی

۲)تفسیر الدر المنثور فی التفسیر الماثور ،الامام عبد الرحمن بن الکمال جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ (۹۱۱ھ)دار الفکر بیروت ۱۴۳۰ھ....۱۹۸۳ء

۳)توضیح القرآن آسان ترجمہ قرآن حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم

۴)معارف القرآن مفتی اعظم محمد شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ

۵)مشکوۃ شریف(فیصل پبلیکیشنز دیوبند) الشیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی الشافعی رحمۃ اللہ

۶)بخاری شریف(موسوعہ الحدیث الشریف دار السلام للنشر والتوزیع ریاض) الامام الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بن ابراھیم بن المغیرۃ بن بردزبۃ البخاری رحمۃ اللہ

۷)مسلم شریف(موسوعہ الحدیث الشریف دار السلام للنشر والتوزیع ریاض) الامام الحافظ ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیساپوری رحمۃ اللہ

۸)ابو داؤد شریف(موسوعہ الحدیث الشریف دار السلام للنشر والتوزیع ریاض) الامام الحافظ ابو داؤد سلیمان بن

الاشعث بن اسحاق الازدی السجستانی رحمۃ اللہ

۹)ترمذی شریف(موسوعہ الحدیث الشریف دار السلام للنشر والتوزیع ریاض) الامام الحافظ ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی الترمذی رحمۃ اللہ

۱۰)نسائی شریف(موسوعہ الحدیث الشریف دار السلام للنشر والتوزیع ریاض) الامام الحافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی رحمۃ اللہ

۱۱)ابن ماجہ شریف(موسوعہ الحدیث الشریف دار السلام للنشر والتوزیع ریاض) الامام الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزیدالربعی ا بن ماجہ القزوینی رحمۃ اللہ

۱۲)مصنف بن ابی شیبۃ الامام ابو بکرعبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ العبسی الکوفی رحمۃ اللہ المولود سنۃ ۱۵۹ھ المتوفی سنہ ۲۳۵ھ،تحقیق وتخریج: محمد عوامۃحفظہ اللہ دارالقبلۃللثقافۃ الاسلامیہ جدہ المملکۃ السعودیۃ

۱۳)اوجز المسالک الی مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ (تعلیق :الدکتور تقی الدین الندوی حفظہ اللہ)مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی اعظم جرہ یوپی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب حنفی الکاندھلوی مدنی رحمۃ اللہ)

۱۴)عمدۃ القاری قاہرہ(تحقیق :احمد الطحان)

بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد الحنفی العینی رحمۃ اللہ

۱۵)فتح الباری اشرفیه دیوبند الامام الحافظ احمد بن علی بن حجر الشافعی العسقلانی رحمۃ اللہ

۱۶)ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری للامام شهاب الدین ابو العباس احمد بن محمد الشافعی القسطلانی رحمۃ اللہ ۹۲۳ھ،ضبط وتصحیح،محمد عبد العزیز الخالدی ،دار الکتب العلمیه بیروت لبنان

۱۷)فیض القدیر شرح الجامع الصغیر محمد عبد الرؤف المناوی رحمۃ اللہ ،اعداد وتخریج :الدکتور احمد نصر الله ،دار الحدیث القاهره

۱۸)تحفة الالمعی شرح ترمذی (مکتبہ حجاز دیوبند) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب مدظلہ

۱۹)زاد المعاد(۱ جلد والی دار ابن حزم بیروت لبنان)

الامام المحدث المفسر الفقیه شمس الدین ابو عبد الله محمد بن ابوبکر الزرعی الحنبلی الدمشقی ابن القیم الجوزیه رحمۃ اللہ

۲۰)جمع الوسائل فی شرح الشمائل(وبهامشه عبد الروف المناوی رحمۃ اللہ ،کتب خانه اعزازیه جامع مسجد دیو بند) الشیخ العلامةعلی بن سلطان محمد القاری المشهور بالملا علی القاری رحمۃ اللہ

۲۱)المواهب الدنیه علی الشمائل المحمدیه(ادارہ تالیفات

اشرفیہ ملتان پاکستان)   الشیخ ابرھیم البیجوری رحمۃ اللہ
۲۲)الدر المنضود علی سنن ابی داود، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتھم

۲۳)خصائل نبوی علیہ الصلاۃ والسلام شرح شمائل ترمذی (مکتبہ تھانوی دیوبند)
شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی مدنی رحمۃ اللہ
۲۴)مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوہ المصابیح
الشیخ العلامۃعلی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ المشھور بالملا علی القاریتحقیق :الشیخ جمال العیتانی حفظہ اللہ
۲۵)مظاھر حق جدید مع تخریج(کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)علامہ نواب محمد قطب الدین خان دھلوی رحمۃ اللہ
۲۶)شمائل ترمذی مع العرف الشذی ،مکتبۃ الاتحاد دیوبند
۲۷)حاشیہ شمائل ترمذی مع العرف الشذی، نفع قوت المغتذی ،مکتبۃ الاتحاد دیوبند
۲۸)جواہر شریعت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مد ظلہ
۲۹)درس ترمذی حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم
۳۰)المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرة علی الالسنة ،دراسة تحقیق ،محمد عثمان الخست،دارا لکتب العربیة العلامة الشیخ محمد عبد الرحمن السخاوی رحمۃ اللہ

۳۱)الحاوی للفتاوی الامام العلامة جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیو طی رحمہ اللہ المتوفی ۹۱۱ھ ضبط وتصحیح:عبد اللطیف حسن عبد الرحمن دارا لکتب العلمیه بیروت لبنان

۳۲)بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، الامام المحدث الکبیر الشیخ خلیل احمد السهارنفوری رحمہ اللہ ، تعلیق :شیخ زکریا کاندهلوی رحمہ اللہ و الدکتور تقی الدین الندوی حفظه الله(دار البشائر الاسلامیه دمشق)

۳۳)التعلیق الصبیح علی مشکوة المصابیح ،حضرة الاستاذ العلام فضیلة الشیخ مولانا محمد ادریس الکاندهلوی رحمہ اللہ ، المکتبة الفخریه دیوبند

۳۴)شرح الطیبی علی مشکوة المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن، الامام شرف الدین الحسین بن محمد بن عبد الله الطیبی رحمہ اللہ ،اعتنی وتعلیق :ابو عبد الله محمد بن علی سمک رحمہ اللہ ،زکریا بکڈپو دیوبند

۳۵)نیل الاوطار من أحادیث سید الاخبار شرح منتقی الاخبار ، الشیخ الامام محمد بن علی بن محمد الشوکانی

ضبط وتصحیح : محمد سالم هاشم ،دار الکتب العلمیه بیروت لبنان

۳۶)الدعامه لمعرفة احکام سنة الحجامة ، المحدث الکبیر

السید محمد ابن علامۃ المغرب جعفر الکتانی الحسنی رحمۃ اللہ

۳۷)(فیض الباری علی صحیح البخاری، الفقیہ المحدث الاستاذ امام العصر الشیخ محمد انور شاہ الکشمیری T، حاشیہ البدر الساری الی فیض الباری، الاستاذ بدر عالم میرٹھیؒ مکتبہ شیخ الھند دیو بند

۳۸)(معارف الحدیث، مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ

۳۹)عمامہ ٹوپی اور کرتا مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی صاحب

۴۰)حاشیہ ابن عابدین(تخریج: صبحی حسن حلاف وعامر حسین ۔دار احیاء التراث العربی بیروت) العلامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الحنفی الدمشقی T

۴۱)الصحاح فارابی (دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)
ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری القارابی رحمۃ اللہ

۴۲)القاموس الوحید (۲ جلد والی کتب خانہ حسینیہ دیو بند) مولانا وحید الزماں قاسمی کیرانوی T

۴۳)فیروز اللغات کلاں (زکریا بکڈ پو دیو بند) الحاج مولوی فیروز الدین صاحب رحمۃ اللہ

۴۴)مصباح اللغات، ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی رحمۃ اللہ ، مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

۴۵)(غنیۃ المستملی فی شرح منیۃ المصلی المعروف بالحلبی الکبیر، العلامۃ الشیخ ابراھیم الحلبی رحمۃ اللہ ، التصحیح: ندیم الواجدی، دار الکتاب دیو بند

۴۶) منیۃ المصلی مع حاشیہ عین التجلی ، محشی مولانا محمد اسحق صاحب رحمۃ اللہ ، کتب خانہ امدادیہ دیو بند

۴۷)نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل ،علامہ ابو الحسنات عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ ،مکتبہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور

۴۸)فتاوی دارالعلوم دیو بند یعنی امداد المفتیین کامل۔مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ ۔دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

۴۹)فتاوی دارالعلوم دیو بند یعنی عزیز الفتاوی مبوب،مکمل۔مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

۵۰)فتاوی دارالعلوم دیو بند،افادات:مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ ،مرتب:مفتی محمد ظفیر الدین صاحب رحمۃ اللہ ،مکتبہ دارالعلوم دیو بند

۵۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ ،ترتیب وتخریج:حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلال پوری شہید رحمۃ اللہ ،کتب خانہ نعیمیہ دیو بند

مؤلف کی دیگر قیمتی کتب عن قریب منظرِ عام پر

حجامہ شریعت کی نظر میں

جس میں حجامہ کیفضائل،فوائد،ضرورت،امراض، مقامات ،ایام ،اجرت اور دیگرضروری مسائل پراحادیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

میڈیکل کے جدید مسائل (ملخصاً)

اس کتاب میں میڈیکل سائنس سے متعلق احکام،خواتین کے لیے علاج معالجہ اور پاکی ناپاکی کے ضروری مسائل،مریض ومعالج کے بارے میں اہم شرعی ہدایات بڑے ہی اختصار کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ یہ ایک ایسا جدید مجموعہ ہے کہ جس کا مطالعہ ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے بالعموم اور معالجین،ڈاکٹر وحکیم حضرات کے لیے بالخصوص بہت ہی ضروری اور نافع ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا قاسم قریشی صاحبؒ

یہ رسالہ جنوبی ہند کے مبلغ عظیم، داعیٔ کبیر حضرت مولانا قاسم قریشی صاحبؒ کی سوانح حیات کے روشن باب اور دعوت وتبلیغ کی مروجہ مبارک محنت کی ابتدا، بانیٔ تبلیغ (حضرت جیؒ) کا مختصر سوانحی خاکہ، کرناٹک میں جماعتِ تبلیغ کی شروعات اور کارکنانِ دعوت کے صفات سے متعلق بڑے ہی اہم اور قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

چٹ فنڈ یا چٹھی کے اسلامی احکام

چٹ فنڈ کیا ہے؟ اُس کی حقیقت، طریقۂ کار، آداب، شرائط؛ نیز حرام وحلال چٹھیوں کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ موقر علمائے کرام کے فتاویٰ اور اس طرح کے اور اہم مباحث پر مشتمل مؤلف ہی کی ایک اور تالیف منظرِ عام پر آچکی ہے۔

اسمائے حسنی سے روحانی و جسمانی علاج

اس رسالے میں مؤلفِ کتاب نے اسمائے حسنٰی سے انسان پر پیش آنے والی روحانی، جسمانی، معاشی اور اسی طرح کی دیگر پریشانیوں کا حل و علاج پیش فرمایا ہے؛ نیز ان کے فوائد پر بھی بڑی سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔

جامعۃ القرآن ہرپن ہلی ضلع داونگرہ

سرپرست: فقیہ العصر :۔حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم مسیح العلوم بنگلور، خلیفہ ومجاز حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ

بانی و مہتمم: حضرت مولانا مفتی عزیر احمد صاحب مفتاحی قاسمی

مدرسہ جامعۃ القرن ، ہرپن ہلی ضلع داونگرہ، کرناٹک کا مشہور ومعروف ایک دینی ادارہ ہے، **الحمد اللہ** ۔دارالعلوم دیوبند اوران سے منسلک مدرسون کے طرز پر قائم یہ ادارہ یوم تاسیس سے اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کی حفاظت اور دینِ اسلام کی اشاعت میں مصروف ہے۔جامعہ میں مقامی وبیرونی طلباء قیام وطعام کے ساتھ زیرِ تعلیم ہیں ہر سال طلباء کی تعداد بڑھتی رہتی ہے۔جس میں اکثر غریب ،یتیم اور مسکین ہیں۔جن کی ہر طرح کی کفالت (یعنی کتابوں ،کپڑوں اور علاج ودیگر ضروریات کی سہولت) جامعہ ہی کرتا ہے۔جامعہ کا سالانہ خرچ تقریباً 8 لاکھ روپئے ہے۔

جامعہ ایك نظرمیں {1} تعداد طلباء: 50 {2} تعداد اساتذہ وملازمین: 6 {3} کل شعبہ جات: 3۔عصری تعلیم کا معیاری نظم۔

جامعہ کی خدمات:۔ (۱) **مدرسہ جامعۃ القرن** (۲) صباحی ومسائی مکاتب: 10 (۳) مدرسہ اصلاح البنات برائے نسوان (غیر اقامتی) (۴) سمّر کیمپ کا نظام برائے اطفال (۶) سمّر کیمپ کا نظام برائے نسوان (بالغ ونابالغ)

جامعہ کے عزائم:۔ طلبا کیلئے کھانے کا ہال ومطبخ ،طلباء کیلئے دارالاقامہ، اور کتب خانہ، کمپیوٹرس، اور درسگاہیں اور جامعہ کے زیرِ نگرانی میں اسلامی نہج

پر اسکول، کالج، یتیم خانہ، اور غریبوں کیلئے دواخانہ، اور اساتذہ و ملازمین کیلئے رہائش گاہ اور مہمان خانہ، بنانے کا عزم ہے۔

اب شدید تقاضے کی بنا پر اور اسی طرح طلباء کی تعداد زیادہ ہونے پر مسجد اور احاطہ مسجد کی موجودہ عمارت ناکافی ہونے کی وجہ سے جامعہ کیلئے آدھی ایکڑ سے زیادہ زمین ایک صاحبِ خیر نے وقف کی ہے جس میں تعمیری کام کی شروعات کی گئی ہے۔

جامعہ کی عمارت میں حصہ لینے کی ترتیب :۔ مدرسہ کی مسجد کا ایک مصلّٰی مع تعمیر /6000۔ مدرسہ کا ایک اسکوائر فٹ مع تعمیر -/3000۔ مسجد کا ایک اسکوائر فٹ مع تعمیر -/2500۔ زمینی ایک مصلّٰی -/1500۔ زمینی ایک اسکوائر فٹ -/1000۔

لھٰذا :۔ برادرانِ اسلام سے گزارش کی جاتی ہے کہ اپنی طرف سے یا اپنے والدین یا رشتہ داروں کے طرف سے، یا اپنے مرحومین والدین یا اپنے رشتہ داروں کے طرف سے ایصالِ ثواب کی نیّت سے اس میں حصّہ لیں یا حصّہ لینے والوں کو ترغیب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اور اسی طرح آپ اہلِ خیر حضرات سے گزارش ہے کہ کسی طالبِ علم کی فیس اپنے ذمہ لے کر، ماہانہ یا سالانہ چندہ عنایت کر کے یا اسی طرح صدقہ، زکوۃ، چرمِ قربانی، تعمیری اشیاء اور دیگر عطایات سے ادارہ کا بھرپور تعاون فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

جزاکم اللہ خیرا

طالب دعا: عزیر احمد قاسمی